ماشاء الله لا قوة الا بالله
از تصنیف لطیف عالم باعمل فاضل اکمل جناب مولوی محمد سعید علی صاحب رسالہ موسومہ
غایة التنقیح فی اثبات التراویح
Checked 1987
CHECKED - 1963
باہتمام منشی محمد عبد الرحمن حسب استدعائے حاجی شیخ محمد یعقوب صاحب مہتمم مطبع نظامی
مطبع نظامی واقع کانپور محلہ پٹکاپور میں طبع ہوا ۱۲۹۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ الراشدین المہدیین وعلی تابعیہم وتبعہم المجتہدین الی یوم الدین اما بعد خاکسار خیر خواہ انام محمد علی بن عبد العلی غفر اللہ لہ ولوالدیہ بھائی مسلمانوں کی خدمت مین عرض کرتا ہی کہ اس زمانہ مین بسبب قرب قیامت کے احیاء سنت نبوی کا نام و نشان اوٹھ گیا اور اتباع سیرت صحابہ کا اثر تک باقی نرہا علما کا یہ حال ہی کہ ضروریات دینی کو ترک کرتے ہین بات دن بحث لا یعنی پر مرتے ہین اور پھر اسپر بھی اکتفا نہین کرتے بلکہ سنت مروجہ کا نیست و نابود ہو جانا چاہتے ہین جب خواص کی یہ حالت ہی تو عوام کی کیا شکایت افسوس صد افسوس ایک وہ لوگ تھے جنھون نے اشاعت سنت مین کسقدر عرق ریزی کی اور جانفشانی اوٹھائی اور ایک یہ ہین کہ اوسکے مٹانے پر مستعد ہین چنانچہ آج کل یہ امر ظہور مین آیا کہ نماز تراویح جسے بارہ سو ۱۲۰۰ برس سے تمام اہل سنت وجماعت پڑھتے آتے ہین اور شرقاً و غرباً اس سنت کا رواج رہا اس زمانہ کے بعض علمانے یہ چاہا کہ اسکو ترک کرنا چاہیے اگرچہ اونھون نے اسکے ترک پر فتوی نہین دیا مگر اسقدر کیا کہ اوسکی عظمت اور تاکد کو عوام کی نگاہون سے گرا دیا فقط اتنی بات کہکر کہ تراویح ایک امر مستحب ہی کچھ سنت نہین اور اوسپر ثمرہ اسقدر تو ہوا کہ بعض جاہلون نے بیس رکعت چھوڑ کر آٹھ پڑھنا

شروع کین اور وہ آٹھ پڑھنے کا بھی سبب یہ ہی کہ اونکے ذہن مین وہ آٹھ رکعت سنت مؤکدہ ہین
یہ اونخین معلوم نہین کہ بعض علمانے ہمپر بڑا احسان کیا کہ بالکل بوجھ ہمارے سرسے اوٹھا دیا یعنی فرمادیا کہ
بیس رکعت سنت نہین وہ ایسا ہی آٹھ بھی سنت نہین اور کیونکر نہوتا اس زمانہ مین طبیعتین امور شرعیہ کے چھوڑنے کے
لیے نہایت حیلہ جو ہین اونکے ترک کے لیے استحباب بھی حیلہ ہی جب کسی امر مستحب کے کرنیکو کہو تو جواب
دیتے ہین کہ مستحب تو بہت سے امور ہین ہم سے کب ہو سکتے ہین فرض وسنت ادا ہو جاتے تو بھی غنیمت ہی
جب یہ حال مینے دیکھا تو عزم بالجزم ہوا کہ اس سنت سنیہ کے اثبات مین کوئی رسالہ تحریر کرون مگر
عدم تیسر اسباب اور خوف مجادلین مانع ہوتا تھا اور محض سکوت بھی مناسب نجانا جسقدر اسباب
بہم پہونچا اوسی پر اکتفا کی طالب حق کے لیے اسیقدر کافی ہی اور ناحق کوش کے لیے کسیقدر بھی
وافی نہین لہذا یہ رسالہ تحریر کیا اور **غایۃ التنقیح فی اثبات التراویح** اسکا نام رکھا اور تین
فصلون پر منقسم کیا **فصل اول دربیان معنی سنت** لغت مین سنت کے معنی مطلق طریقہ اور عادت کے
ہین خواہ نیک ہو یا بد ہو اور مستحب کے معنی محبوب اور مرغوب کے ہین اور شرع مین طریقہ حسنہ مسلوک
فی الدین کو کہتے ہین مگر وہ طریقہ فرض و واجب نہو اور اوسکی دو قسمین ہین ایک سنت مؤکدہ کہ اوسے
سنت ہدی بھی کہتے ہین دوسری مستحب کہ اوسے سنت زائدہ اور ندب بھی کہتے ہین حنفیہ کے نزدیک یہ
تعریف عام ہی فعل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور فعل صحابہ دونون کو شامل ہی اور طریقہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ دونون منقسم ہین طرف سنت مؤکدہ اور سنت زائدہ کے اب کتب
اصول اور فقہ سے اسکے شواہد نقل کیے جاتے ہین عینین شرح حسامی مین ہی قولہ السنۃ الطریقۃ
المسلوکۃ فی الدین اعلم ان السنۃ فی اللغۃ ہی الطریقۃ المطلقۃ حسنۃ کانت او سیئۃ (الی ان قال)
وفی عرف الشرع یراد بہا طریقۃ الدین اما للرسول علیہ السلام او للصحابۃ حتی یقال سنۃ الرسول صلعم
او سنۃ الخلفاء الراشدین ولا یختص مطلق السنۃ بسنۃ الرسول صلعم خلافا للشافعی رح قال القاضی ابوزید رح
ویحتمل انہ لم یبلغہ استعمال السلف اطلاق السنۃ علی طریقۃ العمرین والصحابۃ لانہ کان بعد ابیحنیفۃ بقرنین
او بقرن قولہ وحکمہ ان یطالب المرء باقامتہا ویعاقب علی ترکہا لانہ لا یخلو اما ان یکون طریقۃ الرسول

علیه السلام او الصحابة وکل واحدة من الطریقتین امرنا باحیائها ونهینا عن اماتتها انتهی اس عبارت
سے مثل آفتاب نیم روز کے روشن ہی کہ جسطرح طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنت مؤکدہ ہوتا ہی
اوسی طرح طریقۂ صحابہ بھی سنت مؤکدہ ہوتا ہی اور جیسے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
امت مُطالب ہی اور تارک اوسکا مُعاتب ویسا ہی سنت صحابہ سے بھی مُطالب ہی اور تارک اوسکا
مُعاتب شرح تحریر مولانا بحر العلوم مین ہی اما السنة فهی الطریقة الدینیة منه صلی الله علیه وسلم
او الخلفاء الراشدین ابی بکر وعمر وعثمان وعلی رضوان الله علیهم اجمعین والمقصود انها الطریقة
المستمرة التی لم تترک الا احیانا المسیت بالوجوب وهی منقسمة الی القسمین الاول سنة الهدی وهی السنة
التی واظب علیها النبی صلی الله علیه وسلم من حیث العبادة وحکمها ان تارکها بلا عذر ضال ملوم محروم
الشفاعة فی العقبی وهی کالاذان والجماعة وانت تعلم ان مواظبة النبی صلعم علی الاذان لم تثبت فینبغی
ان یراد اعم من ان یکون الطریقة المستمرة فی الدین منه صلی الله علیه وسلم بان باشره او لا بان امر الناس
علیها باذنه صلی الله علیه وسلم او باذن الخلفاء انتهی مولانا کی تحریر سے ظاہر ہوا کہ مواظبت باذن
خلفا موجب سنیت ہی اور جب مواظبت بالاذن موجب سنیت ہوئی تو مواظبت بنفسہ بطریق اولی
موجب ہوگی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو تعریف سنت مین فقط ما واظب علیه النبی صلعم پر اکتفا کرتے ہین
اونکی غرض مواظبت سے عام ہی خواہ مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو یا مواظبت خلفاے
راشدین ہو بنفسہ یا بالاذن اصول شاشی مین ہی والسنة عبارة عن الطریقة المسلوکة المرضیة
فی باب الدین سواء کانت من رسول الله صلی الله علیه وسلم او من الصحابة قال علیه السلام علیکم بسنتی وسنة
الخلفاء الراشدین من بعدی عضوا علیها بالنواجذ وحکمها ان یطالب المرء باحیائها ویستحق الملامة بترکها
الا ان یترکها بعذر انتهی تحقیق شرح حسامی مین ہی السنة لغة الطریقة مرضیة او غیر مرضیة وهی فی الشریعة
اسم للطریقة الحسنة المسلوکة فی الدین من غیر افتراض ولا وجوب کما اشار الشیخ رح فی بیان الحکم سواء
سلکها الرسول علیه السلام او غیره ممن هو علم فی الدین وحکمها کذا قال شمس الائمة ای حکم السنة هو الاتباع
فقد ثبت بالدلیل ان رسول الله صلی الله علیه وسلم متبع فیما سلک من طریق الدین وکذا الصحابة

بعدہٗ لانہا طریقۃ امرنا باحیائہا لقولہ تعالیٰ لقد کان فیہم اسوۃ حسنۃ ولقولہ عز اسمہٗ وما اتاکم الرسول
فخذوہ وما نہٰکم عنہ فانتہوا ولقولہ علیہ السلام علیکم بسنتی الخ والاحیاء فی الفعل فترک الفعل یستوجب
الملامۃ ای الملامۃ فی الدنیا وحرمان الشفاعۃ فی الآخرۃ وذکر ابو الیسر رحمہ اللہ واما حکم السنۃ فہو ان کل
فعل واظب علیہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم مثل التشہد فی الصلوۃ والسنن الرواتب یندب الی
تحصیلہ ویلام علی ترکہ مع لحوق اثم یسیر وکل فعل لم یواظب علیہ رسول اللہ علیہ السلام بل ترکہ فی حالۃ
کالطہارۃ لکل صلوۃ وتکرار الغسل فی اعضاء الوضوء والترتیب فی الوضوء فانہ یندب الی تحصیلہ
لکن لا یلام علی ترکہ ولا یلحق بترکہ وزر اما التراویح فی رمضان فانہا سنۃ الصحابۃ رضی اللہ عنہم
اذ لم یواظب علیہا الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بل واظب علیہا الصحابۃ رضی اللہ عنہم وہی مما یندب
الی تحصیلہا ویلام علی ترکہا ولکنہا دون ما واظب علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان سنۃ النبی
صلعم اقوی من سنۃ الصحابۃ رضوان اللہ علیہم قال ابو الیسر ہذا عندنا واصحاب الشافعی رحمہ اللہ یقولون
السنۃ فعل واظب علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واما الفعل الذی واظب علیہ الصحابۃ فلیس بسنۃ وہو علی
اصلہم مستقیم فانہم لا یرون اقوال الصحابۃ حجۃ فلا یرون افعالہم ایضًا سنۃ وعندنا اقوالہم حجۃ فیکون
افعالہم سنۃ انتہی علامہ عبد العزیز بخاری کی تحقیق سے ظاہر ہوا کہ سنت رسول خدا وطریقہ خلفا
دونوں کی اتباع کا ہم کو امر ہے اور تارک فعل رسول اللہ یا خلفا لائق ملامت ہے اور یہی سنیت کا مآل ہے
کشف بزدوی میں ہے حکم السنۃ ہو الاتباع فقد ثبت بالدلیل ان رسول اللہ علیہ السلام متبع
فیما سلک من طریق الدین وکذا الصحابۃ بعدہٗ رضی اللہ عنہم وہذا الاتباع الثابت بمطلق السنۃ
خال عن صفۃ الفرضیۃ والوجوب الا ان یکون من اعلام الدین نحو صلوۃ العید والاذان والصلوۃ
بالجماعۃ فان ذلک بمنزلۃ الواجب علی ما نبینہ بعد وذکر ابو الیسر رحمہ اللہ واما السنۃ فکل فعل واظب علیہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل التشہد فی الصلوۃ والسنن الرواتب وحکمہا انہ یندب الی تحصیلہا
ویلام علی ترکہا مع لحوق اثم یسیر وکل فعل لم یواظب علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بل ترکہ فی حالۃ
کالطہارۃ لکل صلوۃ وتکرار الغسل فی اعضاء الوضوء والترتیب فی الوضوء فانہ یندب الی تحصیلہ

ولاکن لا یلام علی ترکہ ولا یلحقہ تبرکہ وزرد اما التراویح فی رمضان فانہا سنۃ الصحابۃ رضی اللہ عنہم

اذلم یواظب علیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بل واظب علیہا الصحابۃ رضی اللہ عنہم وہی ما ینبغی

ان تحصیلہ ویلام علی ترکہ ولکنہا دون ما واظب علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان سنۃ النبی

صلی اللہ علیہ وسلم اقوی من سنۃ الصحابۃ الخ انتہی کشف بزدوی اور تحقیق شرح حسامی سے ظاہر ہوا

کہ امام ابو الیسر کے نزدیک مواظبت صحابہ موجب سنیت ہی گرچہ اسکا تاکد کم ہو سنت رسول اللہ سے

اور تارک اوسکا گنہگار ہی کیونکہ تارک سنت صحابہ کو مستحق ملامت قرار دیا اور ظاہر ہی کہ بدون

ارتکاب معصیت ہرگز قابل ملامت نہین ہو سکتا چنانچہ خود ہی امام موصوف نے تصریح کر دی ہی

پس ان تصریحات سے ظاہر اور ہویدا ہوا کہ علماء اصول کے نزدیک فعل رسول اللہ اور فعل صحابہ

دونون مسنون ہین اور تارک سنت رسول اللہ یا طریقہ صحابہ دونون آثم و گنہگار ہین اور تعجب ہی

اون حنفیہ سے کہ تارک سنت صحابہ کو آثم نہین کہتے باوجودیکہ تقلید صحابہ محققین حنفیہ کے نزدیک

واجب ہی تحقیق شرح حسامی مین ہی لا خلاف ان مذہب الصحابی اما ما کان او حاکما او مفتیا لیس بحجۃ

علی صحابی اخر انما الخلاف فی کونہ حجۃ علی التابعین ومن بعدہم من المجتہدین فقال ابو سعید البردعی و

ابو بکر الرازی فی بعض الروایات وجماعۃ من اصحابنا انہ حجۃ وتقلیدہ واجب یترک بقولہ وبمذہبہ

القیاس وہو مختار الشیخین وابی الیسر والمصنف وہو مذہب مالک واحمد بن حنبل فی احد الراویتین والشافعی فی

قولہ القدیم انتہی توضیح مین ہی فصل فی تقلید الصحابی یجب اجماعا فیما شاع فسکتوا مسلمین ولا یجب

اجماعا فیما ثبت الخلاف بینہم واختلف فی غیرہا وہو ما لم یعلم اتفاقہم ولا اختلافہم انتہی الحاصل جب

محققین وجوب تقلید صحابہ کے قائل ہین تو پھر تارک سنت صحابہ کیونکر گنہگار نہوگا اس امر مین صاحب

امداد بھی ہمارے موافق ہین کہ اصولیین حنفیہ کے نزدیک مواظبت خلفا موجب سنیت ہی چنانچہ امداد السنتہ

کے صفحہ ۴۵ سے ظاہر ہی الحمد للہ علی ذلک آور فقہاے حنفیہ کی تعبیرات تعریف سنت

مین مختلف ہین اور بالفاظ عدیدہ بیان مطلب کرتے ہین اور اگر تامل اور فکر کیا جائے تو باعتبار امر متنازع فیہ

کے ماحصل سبکا واحد معلوم ہوتا ہی اور بسبب اختلاف اغراض و مطمح انظار کے تعبیرات مختلف ہین

ف عبارت [illegible] مواظبت [illegible] سنت [illegible] منہ ۱۲

بعض مین فعل صحابہ کے سنت ہونیکی تصریح ہی اور بعض مین اطلاق ہی نہ فعل رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کے تصریح اور نہ فعل صحابۂ کرام کا بیان اور بعض مین ظاہرا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی تخصیص ہی اور محققین نے اس تعبیر کو ناقص قرار دیا ہی اب یہان چند تعبیرین بطور شاہد کے بیان
ہوتی ہین از انجملہ ما قال العلامۃ الشامی فی حاشیۃ علی الدر المختار وہو ہذا و ما ینبغی الترک ان کان
ما واظب علیہ الرسول صلے اللہ علیہ وسلم او الخلفاء الراشدون من بعدہ فسنۃ والا فمندوب ونفل
والسنۃ نوعان سنۃ الہدی وترکہا یوجب اساءۃ وکراہۃ کالجماعۃ والاذان ونحوہما وسنۃ الزوائد وترکہا
لا یوجب ذلک الخ وقال ایضاً فی کتاب الصوم قد منا فی بحث سنن الوضوء تحقیق الفرق بین السنۃ والمندوب
ان السنۃ ما واظب علیہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم او خلفاؤہ من بعدہ وہی قسمان سنۃ الہدی وسنۃ الزوائد
انتہی ملخصاً جس شخص کو ادنی ماسکہ بھی علم سے ہی وہ خوب جان لیگا کہ صاحب رد المحتار نے فعل رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور فعل صحابہ دونون کو منقسم کیا ہی طرف سنت زائدہ و سنت مؤکدہ کے کیونکہ
مطلق مواظبت کہ شامل ہی مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مواظبت خلفا کو سنت قرار دیا
اور پھیر السنۃ معرف باللام لاکر اوسی سنت کی تقسیم کی طرف سنت مؤکدہ اور زائدہ کے و ایضاً فی السراج
الوہاج ہی فی الشرع ما واظب علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم او احد من صحابہ و یوجر العبد علی اتیانہ
ویلام تارکہا وہی تتناول القولی والفعلی انتہی و ایضاً فی الجوہرۃ النیرہ السنۃ فی اللغۃ ہی الطریقۃ سواء
کانت مرضیۃ او غیر مرضیۃ وفی الشرع عبارۃ عما واظب علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم او واحد من الصحابۃ ویوجر
علی اتیانہا ویلام علی ترکہا وتتناول القولی والفعلی انتہی اس تعریف سے بھی ظاہر ہی کہ مواظبت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور مواظبت صحابہ دونون موجب سنیت ہین ماہرین پر پوشیدہ نہین ہی کہ صاحب سراج
اور صاحب جوہرہ نیرہ کے قول سے مواظبت بالاذن کا بھی سنت مؤکدہ ہونا ثابت ہوتا ہی جیسا کہ مولانا
بحر العلوم نے تصریح کی ہی و ایضاً فی الایضاح السنۃ ما واظب علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی وجہ العبادۃ
مع الترک فی الجملۃ ہذا ہو المشہور فی حدہا المسطور فی الکتب وفیہ قصور لان ما واظب علیہا الخلفاء الراشدون
ایضاً من السنۃ الا تری الی ما قالہ صاحب الہدایۃ فی التراویح والاصح انہا سنۃ لانہ واظب علیہا

الخلفاء الراشدون انتہی اور یہ بات بھی دریافت کرلینا چاہیے کہ مواظبت عام ہے حکما ہو یا حقیقۃ
فی الدر المختار المشترط فی الموکدۃ المواظبۃ مع ترک ما ولو حکما انتہی فی رد المحتار والمراد ایضا المواظبۃ ولو حکما لتدخل
التراویح فانہ صلی اللہ علیہ وسلم بیّن العذر فی التخلف عنہا وہو خوف ان تفرض علینا انتہی اور ہکذا فی الطحطاوی
اور مواظبت اوروں کی باذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور باذن خلفا اسی مواظبت حکمی میں
داخل ہے از انجملہ ما قال صاحب تصویر التنویر ویرید بسنۃ الہدی ہنا فعلا غیر فرض وغیر مختص بالنبی
فعلہ ہو او الخلفاء الراشدون او امر بہ او قرروا علیہ قربۃ ولم تنسخ ولا تترک بالاجماع ولغیر الموکدۃ ما فعلہ مرۃ
وترکوہ اخری انتہی از انجملہ ما قال صاحب الفصیحۃ ناقلا عن المحیط السنۃ سنتان سنۃ النبی وسنۃ الصحابۃ
سنۃ الرسول علیہ الصلوۃ والسلام ہی الطریقۃ التی واظب علیہا کرکعتی الفجر وسنۃ الصحابۃ الطریقۃ التی
واظبوا علیہا کالجماعۃ فی التراویح فہی سنۃ عمر فانہ واظب علیہا وتابعہ الصحابۃ انتہی وفی التاتارخانیۃ
السنۃ سنتان سنۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وسنۃ صحابہ سنۃ الرسول ہی الطریقۃ التی سلکہا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وواظبہا کرکعتی الفجر والاربع قبل الظہر وتبایعہما وسنۃ الصحابۃ رضوان اللہ
تعالی علیہم ہی الطریقۃ التی سلکہا الصحابۃ وواظبوا علیہا کالتراویح فانہا سنۃ عمر لان عمر واظب علیہا شرح الطحاوی
انتہی از انجملہ ما فی خلاصۃ الفتاوی السنۃ ما واظب علیہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم او اصحابہ از انجملہ
ما قال الطحطاوی فی حاشیہ مراقی الفلاح والسنۃ عند الحنفیۃ ما فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ما تقدم او صحبہ
قال فی السراج ما فعلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم او احد من صحابہ امر علیہ السلام باتباعہ بقولہ علیہ السلام
علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی وقولہ علیہ السلام اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم
انتہی از انجملہ ما قال فی منح الغفار وہو انہا الطریقۃ المسلوکۃ فی الدین من غیر لزوم علی سبیل المواظبۃ
انتہی از انجملہ ما قال صاحب المبسوط السنۃ سنتان اخذہا ہدی وترکہا لا باس بہ کالسنۃ التی
لم یواظب علیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسنۃ اخذہا ہدی وترکہا ضلالۃ کالاذان والاقامۃ انتہی
از انجملہ ما قال فی نہر الفائق فی غایۃ البیان ہی ما فی فعلہ ثواب وفی ترکہ عتاب لا عقاب وبہ یعرف ما فی بعض النسخ
بانہا بمعنی المناسب للمقام انتہی وہکذا قال العینی فی منحۃ السلوک از انجملہ ما قال صاحب الدر المختار

ناقلاعن الشمنی وعرفها الشمنی بما ثبت بقوله علیه السلام او بفعله ولیس بواجب ولا مستحب انتہی الشمنی فی شرح نقایہ
بھی فعل خلفا کو شامل ہی کیونکہ فعل خلفا ثابت بقول رسول اللہ ہی اسوجہ سے صاحب در المختار نے تراویح
کی نسبت مؤکدہ ہونے کی دلیل مواظبت خلفا بیان کی ہی یہان تک وہ تعبیرین بیان ہوئین جسمین فعل صحابہ
کی سنت ہونے کی تصریح ہی مطلق ہین کسی کے فعل کی تصریح نہین مگر یہ کسی سے مفہوم نہین ہوتا کہ فعل
صحابہ سنت نہین اور سنت مؤکدہ ہونا مخصوص ہی مواظبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ازانجملہ ماقال صدر الشریعۃ
فی شرح الوقایہ السنۃ ما واظب علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع الترک احیانا فان کانت المواظبۃ علی سبیل
العبادۃ فسنن الہدی وان کانت علی سبیل العادۃ فسنن الزوائد انتہی ازانجملہ ماقال صاحب البحر والذی
ظہر للعبد الضعیف ان السنۃ ما واظب علیہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم لکن ان کانت لا مع الترک فہی دلیل
السنۃ المؤکدۃ وان کانت مع الترک احیانا فہی دلیل غیر المؤکدۃ وان اقترنت بالانکار علی من لم یفعلہ
فہی دلیل الوجوب انتہی یہی دو تعبیرین ہین جنکی سند سے صاحب امداد فرماتے ہین کہ مواظبت خلفا سے
کسی فعل کو سنت مؤکدہ کہنا خلاف ضابطۂ فقہا ہی مگر مین کہتا ہون کہ اول تو اکثر تعبیرون کو چھوڑ دینا
اور اقل قلیل پر حکم کلیہ کر دینا نہایت انصاف سے بعید ہی دوسرے اس تعریف کا حال سنیے کہ جسمین
ہمین کلام ہی اولا اگر تسلیم کیا جائے یہ تعریف فعل صحابہ کو شامل نہین ہی جب بھی ہمپر حجت نہین ہو سکتی
کیونکہ فقہا اور اصولیین نے خود اس تعریف کو ناقص ٹھہرایا ہی چنانچہ ایضاح سے معلوم ہوا اور اسی
تعریف کو صاحب تقریر نے لکھا ہی ولا یخفی عدم شمولہ لجمیع المسنونات اور اسی تعریف پر شیخ عمر بن نجیم
نے نہر الفائق مین بہی وجوہ متعددہ سے اعتراض کیے ہین منجملہ اونکے ایک یہ بھی اعتراض ہی کہ یہ تعریف
مواظبت خلفا کو شامل نہین ہی حالانکہ ضرور ہی مواظبت خلفا کو شامل کرنا وعبارتہ ہکذا وفی
فتح القدیر ما واظب علیہ صلی اللہ علیہ وسلم مع الترک احیانا وفیہ بحث من وجوہ الاول لیس کلما
کان کذلک یکون سنۃ بل لا بد ان یکون علی وجہ العبادۃ کما قیدہ فی ایضاح الاصلاح لیخرج ما کان
کذلک علی وجہ العادۃ الی ان قال الثالث لا بد ان یزاد او ما واظب علیہا الخلفاء الراشدون بعدہ
لیدخل التراویح اذ قد اطبقوا علی سنیتہا المواظبۃ الخلفاء علیہا وما فی السراج ہی ما فعلہ علیہ الصلاۃ

والسلام او واحد من اصحابہ فتعریف لمطلق السنۃ والکلام فی المؤکدۃ انتہی مقام انصاف ہی کہ جب
صاحب تقریر نے اس تعریف پر مجملاً نقض کیا اور صاحب ایضاح اور صاحب نہر نے صراحۃً لکھدیا کہ یہ تعریف
ناقص ہی مواظبت خلفا کو شامل نہین پھر بھی کوئی شخص اس تعریف کو متمسک ٹھہرا کر کہہ سکتا ہی
کہ مواظبت خلفا موجب سنیت نہین ہوتی یہ امر بھی دریافت کرلینا چاہیے کہ صاحب النہر الفایق نے لکھا ہی
کہ مواظبت خلفا موجب ہی سنت مؤکدہ ہونے کی اسلیے کہ صاحب سراج کی تعریف کو کہتا ہی کہ یہ
تعریف مطلق سنت کی ہی اور بحث ہو رہی ہی سنت مؤکدہ کی تعریف مین یعنی فتح القدیر مین تعریف سنت
مؤکدہ کی ہی اور اسی تعریف مین مواظبت خلفا کی قید لگانا ضرور ہی تاکہ سنت مؤکدہ کی تعریف
جامع ہو جاے اور صاحب سراج نے خاص سنت مؤکدہ کی تعریف نہین کی بلکہ مطلق سنت کی تعریف کی ہی
کہ سنت مؤکدہ اور سنت زائدہ دونون کو شامل ہی کیونکہ مطلق فعل نبیؐ اور فعل صحابہ کو اخذ کیا ہی اور
ظاہر ہی کہ مطلق فعل عام ہی مواظبت سے حاصل کلام یہ ہی کہ صاحب سراج کی تعریف اگرچہ فعل صحابہ کو شامل ہی
مگر ما نحن فیہ سے خارج ہی کیونکہ ہماری گفتگو خاص سنت مؤکدہ مین ہی اور یہ مطلق سنت کی تعریف ہی
ثانیاً اگر تسلیم کیا جاے کہ یہ تعریف صحیح ہی اور کچھ اسمین کلام نہین تو یہ مسلم نہین کہ یہ تعریف مطلق سنت
کی ہی بلکہ خاص سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہی چنانچہ علامہ عینی شرح ہدایہ سے مفہوم ہوتا ہی
اسلیے کہ شارح موصوف نے فاضل اترازی سے تعریف نقل کرکے اوسپر دو اعتراض نقل کیے ہین
اعتراض ثانی کا محصل یہ ہی کہ فاضل مذکور کی تعریف مانع نہین ہی کیونکہ اس تعریف مین سنت غیر نبی بھی داخل ہو گئی
اور یہی اعتراض فاضل اکمل کی تعریف پر کیا ہی وعبارتہ ہذا الثانی ان تعریفہ ہذا یدخل فیہ سنۃ غیر النبی
صلی اللہ علیہ وسلم فان سنۃ العمرین لا شک فی فعلہا ثواب وفی ترکہا عقاب لانا امرنا بالاقتداء بہما لقولہ
علیہ السلام اقتدوا بالذین من بعدی آہ فاذا اقتدا بہما مامور بہ یکون واجبا وتارک الواجب یستحق العقاب
والعقاب فی اما تعریفنا الاکمل فلانہ غیر مانع لتناولہ سنۃ غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور یہی بات علامہ اتقانی
کے کلام سے مستنبط ہوتی ہی جہان تک بیان کیا گیا جو کچھ علمانے اس تعریف پر ردّ و قدح کی ہی
اب یہ حقیر کہتا ہی کہ اگر یہ تعریف خاص سنت نبوی کی قرار دیجاے اور سنت صحابہؓ اس سے خارج رہے

فرق بونکتہ بین بھی نہ سمجھون سلف و غیرہ رسول اللہ کو خاص کیا ہی لوگی غرض تعریف مطلق سنت سمجھنا چاہیے

تو کچھ قباحت نہین اور اس امر کو صاحب املاد الغوی بھی تسلیم کرتے ہین او صفحہ ۳ مین تحریر فرماتے ہین
اگر مقسم خاص سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی تو سنت غیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم خارج از قسمین ہی چنانچہ اسطرف
مشیر ہی یہ کلام صاحب تلویح کا والنفل دون الزوائد لانہا صارت طریقۃ مسلوکۃ فی الدین وسیرۃ للنبی صلے اللہ
علیہ وسلم بخلاف النفل انتہی کیونکہ اگر مقسم عام ہوتا تو سنت غیر نبی بھی سنت زائدہ ہوتی اور اوسکا سیرۃ
للنبی ہونا متصور نہین انتہی مگر اس سے یہ بات لازم نہ آویگی کہ کوئی فعل صحابہ سنت مؤکدہ نہو کیونکہ
سنت صحابہ سے یہان بحث ہی نہین اور یہ امر کچھ بعید نہین کہ فقہا نے خاص سنت نبوی کی تعریف
کی ہو اسوجہ سے کہ صحابہ کرام سے بہت قلیل امور ثابت ہون گے کہ وہ حضرت سے ثابت
نہون چونکہ اس سنت کا وجود اقل قلیل ہی تو فقہا کا ترک کرنا گنجایش رکھتا ہی او جنھون نے مواظبت
صحابہ کے قید زائد کی ہی اونکی غرض تعریف مطلق سنت ہی اور اگر یہ تعریف عام کیجاے تو بھی ممکن ہی
یعنی اگر کہا جاے کہ یہ تعریف مواظبت صحابہ کو شامل ہی تو کچھ بعید نہین کیونکہ سنت خلفاے راشدین
بمقتضاے کلام سید الانام علیہ الصلوۃ والسلام علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی اور بفحواے
اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر رضی سنت نبوی کے حکم مین ہی چنانچہ قدوۃ المحققین مولوی بشیر الدین
صاحب نے غایۃ الکلام کے صفحہ ۱۳۹ مین اذان ثالث جمعہ کو سنت خلیفہ ثالث قرار دیکر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل حکما ٹھہرایا ہی اور اوسکی وجہ اسطرح بیان کی ہی زیرا کہ سنت خلفا در حکم سنت
حضرت علیہ الصلوۃ والتحیہ ست بموجب منطوق علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین انتہی اور کتب اصول
مین بھی یہ امر مصرح ہی مسلم مین ہی قول الصحابی مما یمکن فیہ الرای ملحق بالسنۃ لغیرہ لا لمثلہ الی ان قال وفیما
لا یدرک بالرای عند صحابنا اتفاقا انتہی جب یہ امر ٹھہرا کہ اصل مین فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنت
ہی اور طریقہ صحابہ کرام ملحق بالسنۃ ہی تو فقہا نے اس نظر سے فعل صحابہ کی تصریح نہین کی کیونکہ جب شی
ثابت ہوگی تو مع اپنے لواحق کے ثابت ہوگی اصل کا بیان کرنا کافی ہی لواحق کا ذکر کچھ ضرور نہین
خصوصًا اوس وقت کہ لواحق کا وجود بہت ہی کم پایا جاے اور اون فقہا کے کلام سے تو اس دعوی
کی نہایت تصدیق ہوتی ہی جو تعریف سنت مین ظاہر امواظبت کو خاص کرتے ہین اور تراویح مین

مواظبت خلفا کو دلیل سنیت قرار دیتے ہین چنانچہ صاحب شرح وقایہ نے تعریف سنت ہین مواظبت کو خاص کیا ہی اور بحث تراویح مین لکھا ہی وانما کانت تراویح سنۃ لانہ واظب علیہا الخلفاء الراشدون انتہی اور صاحب جامع الرموز نے بھی ایسا ہی کیا ہی **فائدہ** بعض کتابون مین تراویح کی سنت ہونیکو اصح کہا ہی چنانچہ **منحۃ السلوک** مین ہی والاصح انہا سنۃ مؤکدۃ لمواظبۃ الخلفاء الراشدین اور **ہدایہ** مین ہی والاصح انہا سنۃ لانہ واظب علیہا الخلفاء الراشدون ظاہراً اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ مقابل اسکا صحیح ہو مگر یہ خیال زناجاہیے بلکہ یہان لفظ اصح بمعنی صحیح ہی مقابل صحیح کے نہین اور فقہا تصریح کرتے ہین کہ صحیح اور اصح دونون ایک معنے مین آتے ہین چنانچہ **فصیحیہ** مین لکھا ہی فی المعمرات قول الفقہاء وہو الاصح وہو الصحیح وہو المعتمد علیہ الی غیر ذالک من العبارات کلہا بمعنی واحد اور اسی وجہ سے بعض فقہا نے اس لفظ اصح کی جگہ لفظ صحیح لکھا ہی فی **جامع الرموز** التراویح علی الصحیح سنۃ موکدۃ انتہی اور فی **غنیۃ المستملی** وہی سنۃ مؤکدۃ فی الصحیح انتہی وفی خزانۃ **المفتین** التراویح سنۃ مؤکدۃ للرجال والنساء وہو الصحیح انتہی وفی خزانۃ **الفتاوی** التراویح سنۃ ہو الصحیح من المذہب انتہی وفی **العینی** ان التراویح سنۃ لایجوز ترکہا وقال الشہید ہو الصحیح انتہی وفی **الکافی** التراویح سنۃ فی الصحیح من المذہب انتہی اور اگر اصح کو بمعنی صحیح نہ لینگے تو اصح کہنا صحیح نہوگا کیونکہ صحیح کا مقابل غلط ہی یا ضعیف اور اصح کا مقابل صحیح ہی اب اصح اپنے معنی میں رہے تو حاصل معنی ان عبارتون کے یہ ہونگے کہ تراویح سنت بھی ہی اور مستحب بھی مگر سنت ہونا اصح ہی حالانکہ اس مقام مین سنت اور مستحب کا اجتماع نہین ہوسکتا ہی اسلیے کہ مستحب اس مقام پر یا تو قسیم ہی مطلق سنت کا یا خاص سنت مؤکدہ کا اور دو قسیم ایک محل پر جمع نہین ہوسکتے اور ظاہر ہی کہ سنت کے مفہوم مین مواظبت معتبر ہی اور مستحب مین عدم مواظبت پھر یہ دونون متنافیین کیسے جمع ہوسکتے ہین الحمد للہ کہ بتبعی اقوال اصولیین اور فقہا سے مواظبت صحابہ کا سنت موکدہ ہونا ثابت ہوا ❊

ضمیمہ

اس مقام پر بعض صاحب ایک شک کرتے ہین اوسکا جواب دینا بھی ضرور ہی وہ یہ ہی کہ مواظبت خلفاء راشدین کا

مفید سنت مؤکدہ ہونا خلاف تحقیق ہی اسوجہ سے کہ اگر فرض کیجیے کہ ایک فعل ایسا ہی کہ اوسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت نہین کی لیکن رغبت دلائی ہی پس وہ فعل لامحالہ مستحب ہوگا اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء راشدین نے اوس مستحب پر بمقتضا حدیث احب الاعمال الی اللہ ادومہا اون فعل مواظبت کی پس اگر خلفاے راشدین کی مواظبت سے سنت مؤکدہ ہوجاے تو ہم پوچھتے ہین کہ آیا استحباب باقی رہیگا یا منسوخ ہوجائیگا بر تقدیر اول اجتماع متنافیین لازم آتا ہی اور بر تقدیر ثانی لازم آئیگا نسخ اور حدوث دلیل شرعی بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور یہ دونون غیر متصور ہین انتہی جواب اسکا بچند وجوہ ہی **اول** یہ مسلم نہین کہ مطلق رغبت دلانا مفید استحباب ہو بلکہ ہوسکتا ہی کہ بعض غیر مفید تاکد اور سنیت ہو ممکن ہی کہ ایک فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بسبب کسی عذر کے نکیا ہو اور رغبت بلیغ دلائی ہو ایسے فعل کے ترک مین اساءت نہونیکی کیا وجہ ہی اور اگر کوئی کہے کہ سنت کی تعریف سے یہ فرد خارج ہی تو اوسکے وہی جواب دیے جائینگے جو پہلے ہم تحریر کر آئے ہین یعنی یا تو تعریف جامع نہ قرار دیجاے یا اسکو مواظبت حکمی کہا جاے وغیر ذالک بہرحال ایسی رغبت کے بعد اگر مواظبت خلفاے راشدین ثابت ہوا اور اوسکو مفید سنیت کہا جاے تو معترض کا نقض وارد نہوگا اور مواظبت خلفا کی طرف اسکی نسبت اسوجہ سے کی گئی کہ وہ رغبت یا اوسکی کیفیت ہم تک نہین پہونچی یہ جواب اگرچہ عموماً جاری نہو مگر محل متنازع فیہ مین جاری ہوسکتا ہی اور غرض اس سے قصور بیان معترض ہی فافہم **دوم** یہ کہ معترض جناب نے ان دونون امرون کے غیر متصور ہونے مین توضیح و تلویح کی عبارت سے استدلال کیا ہی حالانکہ انھی کتابون مین خلاف اسکے مصرح ہی اور جو عبارت معترض نے نقل کی ہی اوسپر صاحب تلویح اعتراض کرتے ہین اور ناسخ ہونا اجماع کا ثابت کرتے ہین اور ایک مقام پر قول جمہور کی تاویل کرتے ہین شاید معترض صاحب نے تمام و کمال ملاحظہ نہین فرمایا مطلب کی بات دکھلی ہی اب ناظرین ملاحظہ فرمائین صاحب تلویح ایک اعتراض کے جواب مین تحریر کرتے ہین۔ وجوابہ ان کون الاجماع

حجۃ لیس مبنیا علی دلیل ای سندہ بل حجۃ لذاتہ کرامۃ لہذہ الامۃ واستدامۃ لاحکام الشرع انتہی اس کلام سے حدوث دلیل شرعی کا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاف ظاہر ہی کیونکہ

حجیت اجماع کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اور اوسکو حجت لذاتہ صاحب تلویح کہتے ہین
اور جواز نسخ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے مین صاحب تلویح لکھتے ہین ذہب فخر الاسلام
الی انہ یجوز نسخ الاجماع بالاجماع وان کان قطعیا حتی لو اجتمع الصحابۃ علی حکم ثم اجمعوا علی خلافہ جاز والمختار
عند الجمہور ہو التفصیل علی ما اشار الیہ المص وہو ان الاجماع القطعی المتفق علیہ لا یجوز تبدیلہ وہو المراد بما سبق
من ان الاجماع لا ینسخ ولا ینسخ بہ والمختلف فیہ یجوز تبدیلہ کما اذا اجمع القرن الثانی علی حکم یروی فیہ
خلاف من الصحابۃ ثم اجمعوا بانفسہم او اجمع من بعدہم علی خلافہ فانہ یجوز ان ینتہی مدۃ الحکم الثابت
بالاجماع فیوفق اللہ تعالی اہل الاجماع علی خلافہ وما یقال ان انقطاع الوحی یوجب امتناع النسخ فمختصۃ
بما یتوقف علی الوحی والاجماع لیس کذلک انتہی اس عبارت سے ظاہر ہی کہ نسخ بعد رسول اللہ ممکن ہی
اور جو شبہات اسپر بظاہر وارد ہوتے تھے وہ بھی اس کلام سے مرتفع ہو گئے کما لا یخفی او معترض صاحب نے
جو تلویح کی عبارت نقل کی ہی اوسمین قطع و برید کو کام فرمایا ہی کیونکہ عبارت اول جو منقول ہی وہ اصل
مین اسطرح ہی - ای بعد النبی علیہ السلام لان الاحکام صارت موبدۃ لانقطاع الوحی ولا یخفی ان ہذا
مختص بالاحکام المنصوصۃ انتہی جملہ اخیرہ ولا یخفی الخ معترض نے حذف کر دیا جس سے صاف معترض کا
مدعی منقوض تھا اور دوسری عبارت جو منقول ہی والجمہور علی انہ لا ینسخ الخ اوسکے اول تو علامہ نے
فخر الاسلام کا قول جواز نسخ مین نقل کیا ہی اور یہی مختار علامہ معلوم ہوتا ہی اور بعد اسکے جمہور کے قول پہ
اعتراض کیا ہی اسطرح لقائل ان یقول لا نسلم ان الاجماع المخالف للنص خطاء الخ الغرض بعد آنحضرت مطلقاً
نسخ کا غیر متصور ہونا مسلم نہین بلکہ خود معترض کے قول کے خلاف ہی کیونکہ اتمام الحجۃ مین معترض صاحب اس
امر کو تسلیم کرتے ہین کہ قبول جزیہ اہل کتاب سے حضرت عیسیٰ کے وقت مین منسوخ ہو جائیگا اور ایسے ہی
مؤلفۃ القلوب کے حصہ کا منسوخ ہونا معترض نے نقل کیا ہی اور اس سے صاحب کلام مہر پر نقض کیا ہی
سوم حدوث دلیل شرعی سے کیا مراد ہی دلیل مستقل یا غیر مستقل بر تقدیر اول لزوم مسلم
نہین اور بر تقدیر ثانی کوئی قبح نہین معترض صاحب بھی اسے تسلیم کرتے ہین چنانچہ اتمام الحجۃ سے
ظاہر ہی تابع کی غیر مستقل ہونے کے لیے یہ ضرور نہین کہ متبوع کے ہر فرد کے تابع ہو یا کوئی فرد خاص کسی فرد میں دکھا

کے تابع ہو بلکہ مطلق کا اتباع کافی ہی اسکے عدم استقلال اور تابع ہونیکے یہ معنی ہین کہ اگر دلیل
متبوع جسے مستقل مانا گیا ہی اوس سے اسکا دلیل ہونا ثابت نہوتا تو فی نفسہ یہ دلیل نہوتی فافہم۔
چہارم یہ کہ اصل مین ناسخ فعل خلفاء راشدین نہین بلکہ حدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین الحدیث
وحدیث اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر ہی اس جواب پر معترض صاحب کا یہ نقض کہ اس تقدیر
پر لازم آتا ہی کہ اجماع اور قیاس کا ناسخ ہونا بھی درست ہو محض بے اصل ہی کیونکہ اول تو اس لزوم مین
قباحت بیان کیجیے اجماع کے ناسخ ہونیکا تو کچھ بیان گذرا اور قیاس کے ناسخ نہونے پر بھی کلام کیا
گیا ہی چنانچہ شرح مسلم وغیرہ مین مذکور ہی جسکا جی چاہے دیکھ لے دوسرے یہ کہ جو اجماع کے ناسخ ہونیکے
منکر ہین وہ یہ بھی کہتے ہین کہ اجماع مخالف کتاب وسنت نہین ہو سکتا پس جب مخالف نہوا تو ناسخ
ہونیکی کوئی صورت نہین نکلتی اور اگر مخالف ہوگا تو دوسری نص پر مبنی ہوگا کہ وہ مجمعین کے نزدیک ناسخ
نص اولی ہی کما فی کتب الاصول علاوہ اسکے اجماع کے ناسخ نہونیکی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کیونکہ
معترض صاحب اتمام الحجۃ مین تحریر کرتے ہین (ہو سکتا ہی کہ نفس الامر مین مثبت قطعیت حکم داعی وسند
ہو اور اجماع صرف مظہر قطعیت ہو) جب اجماع صرف مظہر قطعیت ٹھہرگیا تو اوسکے ناسخ ہونے مین کیا استحالہ
لازم آئیگا اور قیاس کا بھی یہی حال ہی کیونکہ قیاس وہین ہوگا جہان نص نپایا جائیگا پس نص سے تو
مخالفت بھی نہین سکتے تا کہ ناسخ ہو سکے باقی رہا مخالفت قیاس متقدم سو یہ اونکی اصطلاح مین نسخ
نہین ہی بلکہ کہتے ہین کہ جب قیاس متاخر کا راجح ہونا ثابت ہوا تو قیاس اول کا حکم نہین ہوگا کیا اور معلوم ہوا کہ اوس سے حکم ثابت تھا
پس جب ثابت نتھا تو رفع کس شی کا ہوگا چنانچہ تحقیق وغیرہ مین مصرح ہی مخفی نرہے کہ منکرین سنیت
فعل صحابہ کرام کا اس مقام پر بہت بڑا شبہہ یہ ہی کہ حدیث مذکور سے سنیت ثابت نہین ہوتی
کیونکہ علیکم امر ہی اور امر واسطے وجوب کے آتا ہی یا استحباب کے مفید سنیت کسی نے نہین لکھا اسوقت
اس اعتراض کے جواب مین ہم اسقدر کہتے ہین کہ اگر اس شک سے مواظبت خلفاء راشدین کا
سنت ہونا ثابت نہین ہوگا تو مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی سنت ہونا ثابت نہوگا
اگر کوئی اوسے ثابت کریگا تو انشاء اللہ ہم اسے بھی ثابت کر دینگے اور جس آیت وحدیث سے مواظبت

رسول اللہ کی سنیت پر استدلال کیا گیا ہی اوس سے ثبوت نہین ہو سکتا ہی کیونکہ اول استدلال آیت
ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا سے ہی اور اسپر وہی اعتراض ہوتا ہی جو ہمارے استدلال پر
کیا گیا ہی یعنی خذو صیغہ امر ہی اور امر سے وجوب ثابت ہوتا ہی یا استحباب اور غرض اثبات سنیت ہی
وہ ثابت نہوئی علاوہ اسکے اس آیت سے مواظبت فعلی کا تو وجوب و استحباب بھی ثابت نہین ہوتا
کیونکہ ما آتاکم کے معنی ما امرکم ہین فی المسلم المعنی ما امرکم لمقابلۃ ما نہاکم انتہی دوسرا استدلال آیت لقد
کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ سے ہی یہ بھی منقوض ہی کیونکہ اس آیت سے وجوب تاسی اور اقتدا
سمجھا جاتا ہی نہ سنیت چنانچہ مسلم مین وجوب تاسی پر اس آیت سے استدلال کیا ہی اور اوسکے شرح
فواتح الرحموت مین اوسکی تقریر اس طرح کی ہی وقد تقرر بان مفاد الایۃ ان من کان مومنا باللہ والیوم الآخر
لہ اسوۃ حسنۃ وہو یستلزم ان من لیس لہ اسوۃ حسنۃ لیس یومن باللہ والیوم الآخر فیکون
عدم الاسوۃ ملزوما لعدم الایمان فیکون حراما فیکون الاسوۃ واجبۃ انتہی تیسرا استدلال اس حدیث سے
ہی من ترک سنتی لم ینل شفاعتی اس سے استدلال کرنا تو عجیب خوش فہمی ہی کیونکہ ایک معنی تو
اسکے یہ ہو سکتے ہین کہ جسنے طریقہ اسلام کہ طریقہ رسول اللہ ہی چھوڑا وہ شفاعت سے محروم ہی
اور ظاہر معنے جسمین کچھ تکلف کی حاجت نہین ہی یہی معنی ہین اگر یہ معنی کہیے جائین تو آپ کے
مدعا سے کیا ربط ہوگا اور اگر سنتی سے مراد افعال رسول اللہ لیے جائین تو کون سے افعال مراد
لیے جائین گے آیا وہ افعال جنکا عدم ترک واجب ہی اور ترک اونکا حرام یا مکروہ تحریمی یا وہ افعال جنکا
عدم ترک مندوب ہی اور ترک اونکا مکروہ و ترک اولے اگر اول معنی مراد ہین تو عدم نیل شفاعت کے
کیا معنے کیونکہ اس تقدیر پر ترک سنت کے معنے ترک واجب کے ہون گے اور ترک جسکا واجب
غایۃ الامر گناہ کبیرہ کہا جاے اور مرتکب کبیرہ کے لیے یہ وعید نہین ہو سکتی کیونکہ حضرت
خود فرماتے ہین شفاعتی لاہل الکبائر پس جب اول معنی صحیح نہوے تو معنے ثانی بطریق
اولی صحیح نہونگے اور اگر تاویلات کو دخل دیکر معنی درست بھی کیے گئے تو مستدل
کے لیے کچھ مفید نہوگا کما لا یخفے علی من لہ درایۃ سلیمہ ۔

ف یہ استدلالات اہل السنۃ اور العقول منقوض ہین ۱۲

فصل دوم در اثبات سنیت نفس تراویح

مخفی نرہے کہ نفس تراویح بدلائل علم اصول وباقوال جمہور علماے فحول سنت موکدہ ہی دلیل اول مواظبت صحابہ واضح ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان یعنی تراویح کے نہایت ترغیب وتحریص دیا کرتے تھے اور بہت کچھہ ثواب موعود فرمایا کرتے تھے اور تین یا چار شب آپنے جماعت بھی اپنی صحابہ کے ساتھہ پڑہی اور پھر اس خوف سے کہ کہین فرض نہو جاے ترک فرمایا اور صحابہ سے کہدیا کہ اپنے اپنے گھرون مین پڑہلیا کرو اسواسطے صحابۂ کرام اپنے اپنے گھرون مین علیحدہ علیحدہ تراویح پڑہتے رہے پھر حضرت عمر رض نے سنہ ۱۴ چودہ ہجری مین اجتماع کا امر فرمایا صحابہ نے بلا عذر قبول کیا جب سے جماعت پر قرار اور دوام رہا یہ مضمون احادیث صحیحہ اور روایات معتبرہ مین آیا ہی چنانچہ صحیح مسلم مین ہی عن ابی ہریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرغب فی قیام رمضان من غیر ان یامرہم فیہ بعزیمۃ فیقول من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ فتوفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والامر علی ذلک ثم کان الامر علی ذلک فی خلافۃ ابی بکر الصدیق رض وصدرا من خلافۃ عمر رض علی ذلک وعن عایشۃ رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی فی المسجد ذات لیلۃ فصلی بصلاتہ ناس ثم صلی من القابلۃ فکثر الناس ثم اجتمعوا من اللیلۃ الثالثۃ او الرابعۃ فلم یخرج الیہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما اصبح قال قد رایت الذی صنعتم فلم یمنعنی من الخروج الیکم الا انی خشیت ان یفرض علیکم قال وذلک فی رمضان انتہی امام نووی نے لکھا ہی قولہ فتوفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ معناہ استمر الامر ہذہ المدۃ علی ان کل واحد یقوم رمضان فی بیتہ منفردا حتی انقضی صدر من خلافۃ عمر رض ثم جمعہم علی ابی بن کعب فصلی بہم جماعۃ واستمر العمل علی فعلہا جماعۃ وقد جاءت ہذہ الزیادۃ فی صحیح البخاری فی کتاب الصیام انتہی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری مین ہی واذا اجتمع الصحابۃ مع عمر رض علی ذلک زال عنہم البدعۃ اور بعد اسکے حضرت عایشہ رض کا قول نقل کرکے لکھا ہی واستدل بہ علی ان الافضل فی قیام شہر رمضان ان یفعل فی المسجد فی جماعۃ لکونہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی معہ ناس فی تلک اللیالی

واقرہم علی ذلک انما ترکہ لمعنی قد امن بوفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم وہو خشیۃ الافتراض وبہذا قال الشافعی وجمہور اصحابہ وابو حنیفۃ واحمد وبعض المالکیۃ وقد روی ابن ابی شیبۃ فعلہ عن علی وابن مسعود وابی بن کعب وسوید بن غفلۃ وغیرہم وامر بہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ واستمر علیہ عمل الصحابۃ رضی اللہ عنہم وسائر المسلمین وصار من الشعائر الظاہرۃ کصلوۃ العید انتہی فاضل زرقانی نے شرح موطا میں لکھا ہی وقال ابن عبد البر لیس عمر الا ما رضیہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یمنعہ عن المواظبۃ علیہ الا خشیۃ ان یفرض علی امتہ وکان بالمومنین رؤفا رحیما فلما امن ذلک عمر اقامہا واحیاہا فی سنۃ اربع عشرۃ من الہجرۃ الی ان قال فابتدعہ عمر وتابعہ الصحابۃ والناس الی ہلم جرا واذا اجمع الصحابۃ علی ذلک ال عنہم البدعۃ انتہی ملخصا محلی شرح موطا میں ہی ثم جمعہم عمر علی ابی بن کعب فصلی بہم جماعۃ واستمر العمل علی فعلہا جماعۃ انتہی الحاصل بے شائبہ شک وریب تراویح پر استمرار اور دوام صحابہ کرام کا ثابت ہی اور جب استمرار ودوام ثابت ہوا تو بمقتضاے اصول حنفیہ تراویح کا سنت مؤکدہ ہونا ثابت ہوا کیونکہ فصل اول میں ثابت ہوچکا ہی کہ جس فعل پر صحابہ کرام مواظبت فرمائیں وہ فعل سنت مؤکدہ ہی

دلیل دوم جماعت تراویح بقول صحیح سنت مؤکدہ کفایہ ہی اور جب جماعت تراویح سنت مؤکدہ ہوئی تو نفس تراویح بھی لامحالہ سنت مؤکدہ ہوگی جماعت تراویح کی سنت ہونے کے لیے کئی دلیلیں ہیں منجملہ اونکے دو یہان بیان ہوتی ہین اول یہ کہ صحیحین میں مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت تراویح کی پڑہی اور بعد تین یا چار شب کے بخوف فرضیت ترک فرمایا اور باتفاق جماعت تراویح آنحضرت پر فرض نہ تھی بلکہ نفل تھی اور آپ کا عبادت نافلہ کو بعذر ترک فرمانا مواظبت حکمی ہی وکل نفل واظب علیہ النبی ولو حکما فہو سنۃ مؤکدۃ اور اس دلیل کیطرف بعض علمانے اشارہ بھی کیا ہی علامہ حلبی نے غنیۃ المستملی میں جماعت تراویح کی سنیت بیان کرتے لکھا ہی والظاہر سندہم کون النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی بمن اقتدی بہ بعض اللیالی وبین العذر فی ترک المواظبۃ علی ذلک وہو خوف الافتراض الی ان قال فقد ثبت انہ علیہ السلام صلاہا جماعۃ علی سبیل التداعی ولم یجریہا مجری سائر النوافل وانما عدم المواظبۃ لذلک العذر انتہی

اور دوسری یہ دلیل ہی کہ جماعت تراویح پر باذن حضرت عمرؓ صحابۂ کرام نے مواظبت فرمائی کما
اخرجہ البخاری وابن حبان من حدیث عبد الرحمن بن عبد القاری اور اسی جماعت کے بارے میں
قسطلانی نے لکھا ہی فقد روی ابن ابی شیبۃ فعلہ عن علی وابن مسعود وابی بن کعب وسوید بن غفلہ
وغیرہم بامر عمر بن الخطاب واستمر علیہ عمل الصحابۃ رضی اللہ عنہم اور مواظبت صحابہ موجب
سنیت ہی جیسا کہ پہلی فصل میں ثابت ہوا اور اسی وجہ سے علمائے محققین جماعت تراویح کے
سنت ہونے کی تصریح کرتے ہیں فی منحۃ السلوک الجماعۃ فیہا ای فی التراویح سنۃ علی الکفایۃ
ہذا عند الجمہور حتی لو ترک اہل المسجد کلہم اساؤا انتہی وفی مفاتیح الجنان واما الجماعۃ فیہا فالصحیح انہا
سنۃ علی الکفایۃ حتی لو ترکہا اہل المسجد کلہم فقد اساؤا انتہی وفی النہر الفائق وسن فی رمضان
عشرون رکعۃ بجماعۃ وہو ظاہر فی انہا علی الاعیان وہو قول المرغینانی والصحیح الذی علیہ العامۃ
انہا علی الکفایۃ حتی لو ترکہا کل اہل المسجد اثموا انتہی وفی البحر الرائق ان الصحیح انہا فی التراویح سنۃ
علی الکفایۃ نص فی جامع الفقہ علی انہا فیہا واجبۃ وہو غریب انتہی وفی نور الایضاح وصلوتہا
بالجماعۃ سنۃ علی الکفایۃ وفی حاشیۃ شیخ الاسلام علی شرح الوقایہ اعلم انہ لو ترک الجماعۃ فی التراویح
قال بعضہم یکون مسیئا وقال اکثرہم الجماعۃ سنۃ علی الکفایۃ فان ترک اہل المسجد کلہم الجماعۃ فقد اساؤا
انتہی وفی کمال الدرایۃ شرح مختصر الوقایۃ وفی المحیط التراویح بالجماعۃ سنۃ فمن ترک التراویح بالجماعۃ
وصلاہا فی البیت فقد اساء عند بعضہم والصحیح ان اقامتہا بالجماعۃ سنۃ علی الکفایۃ حتی لو ترک اہل المسجد
کلہم اساؤا واثموا انتہی وفی منیۃ المصلی واقامتہا بالجماعۃ سنۃ ایضا
علی سبیل الکفایۃ حتی لو ترک اہل المسجد کلہم الجماعۃ وصلوا فی بیوتہم فقد ترکوا السنۃ
وقد اساؤا فی ذلک انتہی وفی منح الغفار والجماعۃ فیہا سنۃ علی الکفایۃ کما صححہ فی الخانیۃ
والمحیط واختارہ فی الہدایۃ وہو قول اکثر المشایخ علی ما فی الذخیرۃ وہو قول الجمہور کما فی
بعض المعتبرات حتی لو ترک اہل المسجد کلہم الجماعۃ فقد اساؤا انتہی وفی الدر المختار
والجماعۃ فیہا سنۃ علی الکفایۃ فی الاصح فلو ترکہا اہل المسجد اثموا انتہی وفی الطحطاوی

قوله سنة كفاية في الاصح صححه صاحب المحيط والغاية واختاره في الهداية وهو قول اكثر المشائخ
رحمه الله تعالى وقال ظاهره انها سنة كفاية في كل مسجد والذي في البحر والنهر حتى لو تركها
اهل المسجد اثموا بالتعريفات ه انتهى وفي رد المحتار افاد ان اصل التراويح سنة عين فلو تركها واحد
كره بخلاف صلوتها بالجماعة فانها سنة كفاية فلو تركها الكل اساؤا الى ان قال والصحيح قول الجمهور
انها سنة كفاية وتمامه في البحر انتهى وفي الفتاوى البابرتية اما جماعة در تراويح سنت على الكفاية
است تا آنكه اهل مسجد ترك كنند گنهگار باشند انتهى ان عبارات سے معلوم ہوا کہ جماعت تراویح
بقول صحیح سنت مؤکدہ ہی جب بمقتضاے دلیل یہی ٹھہرا اور قول جمہور بھی یہی قرار پایا
تو جو لوگ قائل استحباب ہین اونکا قول قابل سماعت نہین جسطرح بعض وجوب کیطرف گئے ہین
اسیطرح بعض استحباب کے قائل ہوے ہین یا اس قول کی تاویل کرکے یون کہین کہ قائلین
استحباب کی غرض یہ ہی کہ بعد ادا کرنے بعض اہل محلہ کے مابقی پر جماعت تراویح مستحب ہی
اور تارک اوسکا تارک فضیلت ہی نہ تارک سنت اس تقدیر پر اس قول کا مآل وہی ہوگا جسطرف
جمہور گئے ہین اور کلام متقدمین مین ایسی تاویلین کچھ بعید نہین بلکہ اس سے بھی ضعیف ضعیف تاویلین
ہوتی ہین جیساکہ ناظرین کتب پر ظاہر ہی یہان تک محقق اور مبرہن ہوا کہ جماعت تراویح سنت
مؤکدہ ہی اور اس سے تراویح کا سنت مؤکدہ ہونا اسطرح لازم آجائیگا کہ جماعت نماز کا ایک وصف
مکمل ہی کما حققه الاصولیون فی بحث الاداء والقضاء ونحن نترکه لغرابة المقام واطناب الکلام اب اگر
جماعت تراویح سنت ہو اور نماز تراویح مستحب ہو تو زیادتی وصف کی موصوف پر لازم آئیگی
اور یہ باطل ہی دوسرے یہ کہ حصول جماعت تراویح بدون نفس نماز تراویح کی ممکن نہین اور اصولیین
ثابت ہی ان ما لا یتم الواجب الا به واجب اور جماعت تراویح سنت ہی اور اوسکی سنیت بغیر تراویح کے
تمام نہین ہوتی تو لا محالہ تراویح بھی سنت ہوگی اور ایسکی مؤیدات مین سے یہ قاعدہ اصولیین کا ہی
ان لا تم الواجب واجب كذا قال الفاضل البهاري في حاشية المسلم اور اس قاعدہ سے
فقہا نے بہت سے مسائل متفرع کیے ہین چنانچہ دو مسئلے مین یہان نقل کرتا ہون اول یہ

فی شرح الوقایۃ لما کانت القراۃ فی القعدۃ الاولی واجبۃ کانت القعدۃ الاولی واجبۃ ایضاً لا سنۃ
انتہی یعنی جب پڑھنا قعدۂ اولی مین واجب ہوا تو قعدۂ اولی بھی واجب ہوگا نہ سنت دوسرا
یہ ہی فی الطحطاوی القعود الذی بعد سجود السہو واجب لا فرض لانہ یرفع التشہد لا القعدۃ ومعلوم
ان التشہد یستلزم القعدۃ فہی واجبۃ انتہی وہکذا فی رد المحتار یعنی قعدہ بعد سجدہ سہو کے واجب ہے
فرض نہین کیونکہ سجدۂ سہو سے تشہد جاتا رہا قعدہ نہین گیا اور ظاہر ہی کہ تشہد مستلزم ہی قعدہ کو
پس قعدہ واجب ہوا **دلیل سوم سنیت تراویح** واضح ہو کہ نماز تراویح کا عین تہجد ہونا یا غیر ہونا
مختلف فیہ ہی بعض عینیت کے قائل ہین اور بعض غیریت کے قول ثانی محقق اور مُدلل معلوم ہوتا ہی اسواسطے
کہ تہجد وہ نماز ہی کہ بعد سونے او ٹھنے کے پڑھی جاے چنانچہ اوسکے معنی اسپر شاہد ہین شیخ زادہ نے تفسیر بیضاوی کے
حاشیہ مین لکھا ہی والمعروف من کلام العرب ان الہجود عبارۃ عن النوم باللیل یقال ہجد فلان اذا نام باللیل
ثم رأینا فی عرف الشرع انہ یقال لمن انتبہ باللیل من نومہ وقام الی الصلوۃ انہ تہجد فوجب ان یقال سمی ذلک تہجدا من حیث
انہ القی الہجود عن نفسہ انتہی اور ایسا ہی شیخ سلیمان الجمل تفسیر فتوحات الٰہیہ مین لکھتے ہین اور تفسیر ثمرات یانعہ مین ہی
والتہجد ہو القیام بعد النوم روی ذلک عن علقمۃ والاسود وعلیہ اکثر المفسرین انتہی اور امام رازی اپنی تفسیر مین ازہری سے
نقل کرتے ہین واما الازہری فانہ توسط فی تفسیر ہذا اللفظ وقال المعروف فی کلام العرب ان الہاجد ہو النائم
ثم رأینا ان فی عرف الشرع یقال لمن قام من النوم الی الصلوۃ انہ متہجد فوجب ان یحمل ہذا علی انہ سمی
متہجدا لالقائہ الہجود عن نفسہ انتہی اور علامہ ابو سعود اپنی تفسیر مین لکھتے ہین فتہجد بہ ای ازل
والق الہجود ای النوم فان صیغۃ التفعل تجیٔ للازالۃ کالتحرج والتحنث والتأثم ونظائرہا انتہی یہ اقوال
اس امر پر شاہد ہین کہ تہجد وہ نماز ہی کہ سونے کے بعد پھر اوٹھکر پڑھی جاے اور یہی تحقیق علامہ ابن
عابدین نے رد المحتار مین کی ہی اوسکی عبارت یہ ہی قال فی البحر فہنا فی صحیح مسلم مرفوعاً افضل الصلوۃ
بعد الفریضۃ صلوۃ اللیل وروی الطبرانی مرفوعاً لابد من صلوۃ بلیل ولو حلب شاۃ وما کان بعد صلوۃ
العشاء فہو من اللیل وہذا یفید ان ہذہ السنۃ تحصل بالتنفل بعد صلوۃ العشاء قبل النوم الخ قلت قد صرح
بذلک فی الحلیۃ [illegible] صلوۃ اللیل المحثوث علیہا ہی التہجد وقد ذکر القاضی حسین

من الشافعیۃ انہ فی الاصطلاح التطوع بعد النوم ویؤید بما فی معجم الطبرانی من حدیث الحجاج بن عمرو رضی اللہ عنہ
قال یحسب احدکم اذا قام من اللیل یصلی حتی یصبح انہ قد تہجد انما التہجد المرء یصلی الصلوٰۃ بعد رقدۃ غیر ان
فی اسنادہ ابن لہیعۃ وفیہ مقال لکن الظاہر رجحان حدیث الطبرانی الاول انہ تشریع قولی من الشارع
صلی اللہ علیہ وسلم بخلاف ہذا وبہ انتہی ما عن احمد من قولہ قیام اللیل من المغرب الی طلوع الفجر اقول الظاہر
ان حدیث الطبرانی الاول بیان لکون وقتہ بعد صلوٰۃ العشاء حتی لو نام ثم تطوع قبلھا لا یحصل السنۃ
فیکون حدیث الطبرانی الثانی مفسر اللاول وہو اولی من اثبات التعارض والترجیح لان فیہ ترک العمل
باحدہما ولانہ یکون جاریا علی الاصطلاح ولانہ المفہوم من اطلاق الآیات فی الاحادیث ولان التہجد ازالۃ
النوم بتکلف مثل تاثم ای تحفظ عن الاثم نعم صلوٰۃ اللیل اعم من التہجد وبہ یجاب عما اورد علی قول الامام احمد
ہذا ماظہر لی واللہ اعلم انتہی جب یہ ثابت ہوا کہ نماز تہجد وہ ہے کہ بعد سوئیکے پڑھی جاتی ہے اور تراویح
مین یہ قید نہین تو معلوم ہوا کہ یہ دونون نمازین متغائر ہین اور تراویح مین اس قید کا نہونا اسوجہ سے
ہے کہ حضرت کا اور صحابہ کرام کا اس نماز کو اول شب مین پڑھنا ثابت ہے چنانچہ ابو ذر رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے وقال صمنا مع رسول صلی اللہ علیہ وسلم فلم یقم بنا حتی بقی سبع من الشہر فقام بنا حتی ذہب
ثلث اللیل ثم لم یقم بنا فی السادسۃ فقام بنا فی الخامسۃ حتی ذہب شطر اللیل فقلت یا رسول اللہ لو
نفلتنا بقیۃ لیلتنا ہذہ قال انہ من قام مع الامام حتی ینصرف کتب اللہ لہ قیام لیلۃ
ثم لم یقم بنا حتی بقی ثلث من الشہر فقام بنا فی الثالثۃ وجمع اہلہ ونسائہ حتی تخوفنا ان یفوتنا الفلاح قلت
وما الفلاح قال السحور رواہ ابو داؤد والنسائی وابن ماجۃ واحمد وقال الترمذی ہذا حدیث صحیح اور دوسری
روایت ابو طلحہ سے اسطرح ہے قال سمعت النعمان بن بشیر علی منبر حمص یقول قمنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فی شہر رمضان لیلۃ ثلث وعشرین الی ثلث اللیل الاول ثم قمنا معہ لیلۃ خمس وعشرین الی نصف
اللیل ثم قمنا لیلۃ سبع وعشرین حتی ظننا ان لا ندرک الفلاح رواہ النسائی الخ ان دونون روایتون سے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اول شب مین قیام رمضان کرنا ثابت ہوا اور صحابہ کا اول
شب مین پڑھنا تو مشہور و معروف ہے صحیح بخاری مین بھی اسکی روایت موجود ہے اسلیے اوسکی نقل کی

حاجت نہین اگر کسیکو یہ شک ہو کہ ظاہراً ان روایتون سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ بعض شب حضرت
نے صبح تک بھی نماز پڑھی اور یہ نماز تو تہجد کے غیر تھی اس سے تہجد کا ترک کرنا باوجود فرض ہونیکے
لازم آتا ہی اسکا جواب یہ ہو کہ یہ اعتراض اس تقدیر پر ہو کہ تہجد کو منسوخ نمانا جاے اور نہین تو آئندہ
اوسکی منسوخیت ثابت کی ہی پس ہمپر یہ اعتراض وارد نہین ہوتا اور اسی طرح ان فقہا کے قول سے
مغایرت ظاہر ہوتی ہی جو نماز تہجد کو مندوبات سے قرار دیتے ہین اور تراویح کو سنت موکدہ کہتے ہین
جیسا کہ صاحب تاتارخانیہ اور غنیۃ المستملی وغیرہما کہ یہ صاحب نماز تہجد کو مستحب اور تراویح کو سنت موکدہ کہتے ہین
اور اسیطرح امام ابن ہمام کے قول سے مغایرت ثابت ہوتی ہی کیونکہ امام موصوف تراویح کی
آٹھہ رکعت کو بلاتردد سنت کہتے ہین اور تہجد کی سنیت مین متردد ہین چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہین
وقد تردد المحقق فی فتح القدیر فی کونہ سنۃ او مندوبا الخ اگر تراویح اور تہجد ایک ہی تھی تو ایک مین تیقن اور
ایک مین تردد کے کیا معنی اور خاتم المحدثین رئیس المفسرین آیۃ من آیات اللہ مولانا شاہ عبدالعزیز
بن شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہما نے بھی یہی فرمایا ہی اونکا قول یہ ہی پس وجہ تطبیق درمیان این
روایات کہ صریح دلالت بر زیادت ملی وقعی نماز آنحضرت در رمضان بر غیر آن میکنند و دران روایت
کہ نفی زیادت میکند ہمین ست کہ آن روایت محمول بر نماز تہجد ست کہ در رمضان و غیر رمضان یکسان
بود و غالبا بعدد یازدہ رکعت مع الوتر میرسد دلیل برین حمل آنست کہ راوی این حدیث کہ ابو سلمہ است
در تتمہ این روایت میگوید کہ قالت عائشۃ فقلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنام قبل ان توتر
قال یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی کذا رواہ البخاری ومسلم و ظاہر است کہ نوم قبل از وتر در نماز تہجد
متصور میشود نہ در غیر آن و روایات زیادت محمول بر نماز تراویح است کہ در عرف آن وقت بقیام
رمضان مسمی بود نتھی پس جب ثابت ہوا کہ نماز تراویح نماز تہجد کی غیر ہی تو ظاہر ہوا کہ یہ نماز نفل تھی
کیونکہ بعد نماز عشا تا طلوع صبح صادق ماسواے تہجد کے کسی کے نزدیک آنحضرت پر اور کوئی نماز
فرض نہین ہوئی تھی اور تحریر سابق سے مواظبت حکمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تراویح پر ثابت ہے
اور جس عبادت نافلہ پر حضرت مواظبت فرمائین وہ سنت موکدہ ہوتی ہی پس تراویح سنت موکدہ

ہوئی اور اگر تراویح کو عین تہجد مانین اور بقول محقق فرضیت تہجد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوخ
قرار دین جب بھی ہمارا مدعا ثابت ہی اگرچہ اصولیین حنفیہ کا یہ مسلک نہین ہی مگر مقتضاے دلیل یہی ہے
کہ جسطرح فرضیت تہجد امت سے منسوخ ہوگئی اسیطرح آنحضرتؐ سے منسوخ ہونی چاہیے اور اسیوجہ سے
محققین نے حدیث حضرت عائشہ کے تحت مین لکھی ہین کہ یہ حدیث مقتضی ہی کہ فرضیت تہجد آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے منسوخ ہوگئی وہ حدیث یہ ہی سعد بن ہشام کہتے ہین فقلت انبئنی عن قیام رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فقالت الست تقرأ یا ایہا المزمل قلت بلی قالت فان اللہ عز وجل افترض قیام اللیل
فی اول ہذہ السورۃ فقام نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ حولا وامسک اللہ خاتمتہا اثنی عشر شہرا
فی السماء حتی انزل اللہ فی آخر ہذہ السورۃ التخفیف فصار قیام اللیل تطوعا بعد فریضۃ الخ رواہ مسلم
نووی شارح مسلم اس حدیث کی شرح مین لکھتے ہین قولہا فصار قیام اللیل تطوعا بعد فریضۃ ہذا ظاہرہ
انہ صار تطوعا فی حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والامۃ فاما الامۃ فہو تطوع فی حقہم بالاجماع واما النبی
صلی اللہ علیہ وسلم فاختلفوا فی نسخہ فی حقہ والاصح عندنا نسخہ واما ما حکاہ القاضی عیاض عن بعض السلف
انہ یجب علی الامۃ من قیام اللیل ما یقع علیہ الاسم ولو قدر حلب شاۃ فغلط ومردود باجماع من قبلہ
مع النصوص الصحیحۃ انہ لا واجب الا الصلوات الخمس انتہی اور مجلی شرح موطا مین ہی قد اختلف فی
صلوۃ اللیل فذہب طائفۃ الی انہا فرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ کلام الاصولیین من الحنفیۃ
وبہ قال اکثر الشافعیۃ تمسکا بقولہ تعالی قم اللیل الا قلیلا وقال طائفۃ بقولہ تعالی ومن اللیل فتہجد بہ
نافلۃ لک وصحح النووی انہ نسخ عنہ التہجد کما نسخ عن الامۃ ونقلہ الغزالی عن نص الشافعی وقال الاولون
المراد بالنافلۃ الزائدۃ علی الفرض علی غیر ذلک وربما یعطی التقیید الحجر ونراک لکن فی مسلم وابی داؤد عن عائشۃ
ان اللہ فرض قیام اللیل فی اول ہذہ السورۃ یعنی المزمل فقام صلی اللہ علیہ وسلم حولا وامسک اللہ خاتمتہا
اثنی عشر شہرا فی السماء حتی انزل اللہ تعالی فی آخر ہذہ السورۃ التخفیف فصار قیام اللیل تطوعا بعد
فریضۃ فہذا یقتضی نسخ وجوبہ عنہ انتہی امام ابن ہمام نے فتح القدیر مین اس حدیث کے تحت مین
لکھا ہی فہذا یقتضی انہ نسخ وجوبہ عنہ انتہی اور فاضل زرقانی نے شرح موطا مین لکھا ہے

ماجاء فی صلوٰۃ اللیل من فضل نوافل الخیر المستحبۃ المرغب فیہا الی ان قال واختار ابن عبد البر انہ
سنۃ لمواظبتہ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وقول قوم انہا واجبۃ علیہ لا وجہ لہ بقولہ ومن اللیل فتہجد
بہ نافلۃ لک ای فضیلۃ انتہی اور علامہ شامی نے حاشیہ شامیہ مین بیان صلوٰۃ اللیل مین ابن ہمام
کے قول کا ملخص یون بیان کیا ہی لکن صریح ما فی مسلم وغیرہ عن عائشۃ انہ کان فریضۃ ثم نسخ ہذا خلاصۃ ما ذکرہ
ومفادہ اعتماد السنیۃ فی حقنا لانہ صلی اللہ علیہ وسلم واظب علیہ بعد نسخ الفرضیۃ ولذا قال فی الحلیۃ
والاشبہ انہ سنۃ انتہی یہان سے معلوم ہوا کہ محققین حنفیہ مقر ہین اسبات کے کہ مقتضا اس حدیث کا
یہی ہی کہ فرضیت تہجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوخ ہو گئی اور حضرت عبد اللہ بن عباس رض
بھی اسکے قائل ہین امام رازی تفسیر کبیر مین تحریر کرتے ہین قال ابن عباس ان قیام اللیل کان فریضۃ
علی رسول اللہ بقولہ قم اللیل وظاہر الامر للوجوب ثم نسخ واختلفوا فی سبب النسخ علی وجوہ الخ اور یہ بات
کسیطرح ثابت نہین ہوتی کہ امت سے منسوخ ہو جاوے اور آنحضرت پر باقی رہے جو وجوہ علما نے تہجد
کے منسوخ ہونے مین نقل کیے ہین اون مین سے کوئی وجہ ایسی نہین ہی کہ خصوصیت امت کی نکلی
جاوے الحاصل کسی دلیل سے منسوخ ہونا تہجد کا آنحضرت سے معلوم نہین ہوتا بلکہ آیت وحدیث
اور اقوال علما سے منسوخیت ثابت ہوتی ہی اقوال علما اور حدیث کا ذکر تو اوپر گذرا اور آیت
قرآنی یہ ہی فتہجد بہ نافلۃ لک اور اگر نافلۃ لک کے معنی یہ ہوتے کہ فریضۃ زائدۃ علی فرائضک تو چاہیے
تھا کہ علیک ہوتا لک نہوتا چنانچہ امام بغوی لکھتے ہین وذہب قوم الی ان الوجوب صار منسوخا فی حقہ
کما فی حق الامۃ فصارت نافلۃ وہو قول مجاہد وقتادۃ لان اللہ تعالی قال نافلۃ لک ولم یقل علیک
انتہی اب مین باتباع صاحب امداد کہتا ہون کہ اگر نسخ فرضیت قول جمہور نہو بلکہ قول بعض ہو
مگر چونکہ مقتضاے دلیل یہی ہی لہذا ہم اسیکو اختیار کرتے ہین صاحب امداد الفتوی نے صفحہ ۱۱
مین لکھا ہی اصل ہشتم یہ ہی کہ معیار مسائل دینیہ اصول شرع ہین نہ قول اکثر الخ الحاصل تراویح
عین تہجد کہیے یا غیر سنت ہونا اوسکا بمقتضاے مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ثابت ہوا اس دلیل مین مواظبت صحابہ کو اصلا دخل نہین ہی اگر بالفرض مواظبت صحابہ

موجب سنیت ہو د تو یہی تراویح کے سنت ہونے مین کچھ شک نہین ؛

فصل سوم در اثبات سنت بست رکعت تراویح

نفس تراویح کا سنت ہونا تو بدلائل واضحہ مبرہن کیا اب بعونہ تعالیٰ بیس رکعت کا سنت مؤکدہ ہونا ثابت
کیا جاتا ہی واضح ہو کہ عدد بیس رکعت کا تراویح مین اسلیے سنت ہی کہ مواظبت بنفسہ صحابۂ کرام کی باذن
خلفای راشدین اس عدد پر ثابت ہی اور اجماع صحابہ اسی عدد پر قرار پایا ہی اور یہی عدد سلف سے
خلف تک معمول اور مختار رہا چنانچہ کتب حدیث و فقہ مین مصرح ہی اور جن فقہا نے دلیل سنیت اجماع
صحابہ قرار دی ہی اونکا کہنا ہی التراویح سنۃ مؤکدۃ باجماع الصحابۃ اونکی غرض یہی ہی کہ باتفاق صحابہ
تراویح پر دوام اور قرار رہا اور مواظبت صحابہ موجب سنیت ہی جیسا کہ شروع کتاب مین کما حقہ
ثابت ہو چکا اونکی غرض یہ نہین ہی کہ تمام صحابہ نے تراویح کو سنت مؤکدہ کہا ہی جیسا کہ ہمارے بعض
معاصر سمجھے ہین آسے یہان سے احادیث صحیحہ اور اقوال علماے کبار منقول ہوتے ہین جن سے
میرے دعوے کا ثبوت کما ینبغی روشن ہو جائیگا الاحادیث الصحیحۃ منہا ما فی مصنف ابن ابی
شیبۃ عن عبد العزیز بن رفیع قال کان ابی بن کعب یصلی بالناس بالمدینۃ عشرین رکعۃ والیضا
فیہ عن عطاء قال ادرکت الناس یصلون ثلث و عشرین رکعۃ بالوتر والیضا فیہ عن ابی البختری انہ
کان یصلی خمس ترویحات فی رمضان باللیل بعشرین رکعۃ و یوتر بثلاث و یقنت قبل الرکوع
والیضا فیہ عن عمر بن الخطاب امر ان رجلا یصلی بالناس عشرین رکعۃ الیضا فیہ ان علیا
امر رجلا یصلی بہم فی رمضان عشرین رکعۃ منہا ما رواہ البیہقی فی معرفۃ السنن باسناد صحیح
عن عبد الرحمن السلمی ان علیا دعا القراء فی رمضان فامر رجلا یصلی بالناس عشرین رکعۃ وکان علی
یوتر بہم وعن السائب بن یزید انہم کانوا یقومون علی عہد عمر بعشرین رکعۃ وفی عہد عثمان
و علی مثلہ منہا ما رواہ المالک فی الموطا عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون
فی زمن عمر بن الخطاب بثلاث و عشرین رکعۃ انتہی ان آثار سے بخوبی واضح ہوا کہ صحابہ کرام
کے عہد برکت مہد مین بیس رکعت تراویح کا معمول تھا اور خلفای راشدین مین سے حضرت فاروق

اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے اسیکا امر فرمایا پس بموجب فصل اول یہی عدد مسنون ٹھہرا
اور اسیکا تاکد ثابت ہوا و ہو المدعی اقوال الفقہاے والمحدثین ارشاد الساری شرح صحیح بخاری
مین ایک حدیث نقل کرکے لکھا ہی ولم یذکر فی ہذا الحدیث عدد الرکعات التی کان یصلی بہا ابی والمعروف
و ہو الذی علیہ الجمہور انہ عشرون رکعۃ بعشر تسلیمات وذلک خمس ترویحات کل ترویحۃ اربع رکعات
بتسلیمتین غیر الوتر وہو ثلث رکعات وفی سنن البیہقی باسناد صحیح کما قال ابن العراقی فی شرح التقریب
عن ابن یزید قال کانوا یقومون علی عہد عمر بن الخطاب فی شہر رمضان بعشرین رکعۃ وروی مالک
فی الموطا الخ وفی روایۃ احدی عشر رکعۃ وجمع البیہقی بینہما بانہم کانوا یقومون باحدی عشرۃ رکعۃ ثم بعشرین
واوتروا بثلث وقد عدوا ما وقع فی زمن عمر رض کالاجماع انتہی ابن عبد البر فی شرح موطا مین روایت گیارہ
رکعت تراویح کی نقل کرکے لکھا ہی وروی غیر مالک فی ہذا الحدیث احد وعشرون وہو الصحیح ولا اعلم احدا
قال فیہ احدی عشرۃ الا مالکا ویحتمل ان یکون ذلک اولا ثم خفف عنہم طول القیام ونقلہم الی
احدی وعشرین الا ان الاغلب عندی ان قولہ احدی عشرۃ وہم انتہی اور محلی شرح موطا
مین روایت یزید بن رومان کے بعد لکھا ہی قال البیہقی والثلث ہو الوتر ولا نیافیہ الروایۃ السابقۃ
احدی عشرۃ رکعۃ فانہ وقع اولا ثم استقر الامر علی عشرین فانہ المتوارث انتہی اور امام ابن ہمام نے
فتح القدیر مین بیس رکعت کی روایت موطا اور بیہقی سے نقل کرکے لکھا ہی قال النووی فی الخلاصۃ
اسنادہ صحیح وفی الموطا روایۃ باحدی عشرۃ رکعۃ وجمع بینہما بانہ وقع اولا ثم استقر الامر علی عشرین
فانہ المتوارث انتہی عینی شرح کنز مین ہی ولنا ما رواہ البیہقی باسناد صحیح کانوا یقومون علی عہد
عمر بن الخطاب بعشرین رکعۃ وعلی عہد عثمان وعلی مثلہ فصار اجماعا قال العلامۃ الحلبی فی شرح
منیۃ المصلی ان التراویح عندنا عشرون رکعۃ بعشر تسلیمات وہو مذہب الجمہور وعند مالک
ستۃ وثلثون رکعۃ احتجاجا بعمل اہل المدینۃ وللجمہور ما رواہ البیہقی عن السائب بن یزید الحدیث
وفی المغنی عن علی رض انہ امر رجلا ان یصلی بہم فی رمضان بعشرین رکعۃ قال وہذا کالاجماع انتہی
اور کفایۃ الشعبی مین ہی الامام اذا اتم التراویح بعشر تسلیمات وقام وشرع فی الحادی عشر

وحدانا ثم یقضون عشرین رکعۃ ثم یقضون فی ثلثہا عاشر ثم علم انہ زیادۃ فالواجب علیہ وعلی القوم ان یفسد
لان الصحابۃ اجمعوا علی ہذا المقدار فالزیادۃ علیہ محدث وکل محدث بدعۃ وکل ضلالۃ فی النار
انتہی ارکان اربعہ مین ہی ومواظبۃ الصحابۃ علی عشرین قرینۃ صحۃ ذلک انتہی ما ثبت بالسنۃ مین ہی
والذی استقر علیہ الامر واشتہر من الصحابۃ والتابعین ومن بعدہم ہو العشرون انتہی اور آلیسا ہی
شیخ نے فتح المنان مین لکھا ہی کشف الغمۃ مین ہی وکانوا یصلونہا فی زمان عمر رضی اللہ عنہ ثلاث
عشرۃ رکعۃ وکان یقرا بالمئین من الآیات حتی کان الناس یعتمدون علی العصا من طول القیام وکان
اماما ہما ابی بن کعب وتمیم الداری ثم ان عمر امر بفعلہا ثلاثا وعشرین رکعۃ ثلاث منہا وتر واستقر الامر علی
ذلک انتہی طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح مین لکھا ہی وانما ثبت العشرون بمواظبۃ الخلفاء الراشدین
ماعدا الصدیق الی ان قال وروی ابونعیم من حدیث عروۃ الکندی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال ستحدث بعدی اشیاء فاحبہا الی ان یلتزموا ما احدث عمر انتہی آن روایات سے ظاہر
اور ہویدا ہی کہ بیس رکعت تراویح پر عمل صحابہ قرار پایا اور خلفاء ثلاثہ کے عہد برکت مہد مین بھی
عدد معمول یہ رہا البتہ حضرت عمر رض نے اولا گیارہ رکعت کا امر فرمایا تھا مگر بعد اسکے بیس رکعت کا
حکم دیا اور اسی پر صحابہ کو دوام رہا پھر نہ کسی صحابی سے گیارہ پڑھنا منقول ہی اور نہ حضرت عمر رض
کا امر فرمانا اور نہ کسی خلیفہ کا بلکہ حضرت علی رض نے بھی بیس رکعت کا امر فرمایا چنانچہ روایت ابن ابی شیبہ
اور بیہقی سے معلوم ہوا سو یہ بھی بطور جمہور کے ہی ورنہ ابن عبد البر گیارہ کی روایت کو مستند
نہین کہتا اوسکے نزدیک زمانہ خلفاء ثلاثہ مین بیس ہی پڑھی گئین گیارہ ثابت ہی نہین
بلکہ وہم راوی ہی چنانچہ شرح موطا سے یہ قول اوپر نقل کیا گیا اور ہو سکتا ہی کہ جمہور کے نزدیک
بھی اس روایت کا وہم مسلم ہو اور تطبیق دینا اس روایت کا بیس رکعت کی روایت سے
مبنی او پر تسلیم عدم وہم ہو اس تقدیر پر ابن عبد البر کا قول مطابق جمہور ہو جائیگا الحاصل
جب صحابہ کرام کی مواظبت اس عدد پر پائی گئی تو یہ عدد خاص سنت موکدہ ہوا باقی رہا یہ امر
کہ مواظبت خلفاء راشدین ثابت ہی یا نہین اسکا حال یہ ہی کہ روایات مذکورہ بالا سے

مواظبت بنفسہ صراحۃ اگرچہ مفہوم نہین ہوتی اور نہ عدم مواظبت اس عدد معین پر روایت سے ثابت ہو
مگر قراین مین نظر انصاف غور کرنے سے یہ امر ظاہر ہوتا ہی کہ حضرت عمرؓ وغیرہ اسی عدد پر مواظبت
فرماتے ہون گے کیونکہ جب حضرت کی ترغیب بلیغ اور مواظبت حکمی تراویح پر ثابت ہی تو خلفاے
راشدین لامحالہ مواظبت فرماتے ہون گے اور جب بیس رکعت کا امر فرمانا بعض خلفا کا اور کسیکا
اختلاف ثابت نہونا ثابت ہی تو ظاہر ہی کہ جس عدد کا امر فرمایا ہی اوسی پر بنفس نفیس عمل کرتے ہونگے
کیونکہ اپنے حکم کے خلاف عمل کرنا نہایت بعید معلوم ہوتا ہی خصوصاً اوس وقت مین کہ تعداد
رکعت مین قیاس کو دخل نہو بلکہ سماع پر موقوف ہو اور اگر بسبب کسی عذر و مصلحت کے نکرتے
ہون تو امر آخر ہی اور بالفرض خلفاے راشدین کی مواظبت بنفسہ ثابت نہسہی مگر مواظبت صحابۂ
کرام باذن خلفاے راشدین تو روایات مذکورہ سے ثابت ہی پس اسقدر ہمارے
ثبوت مدعا کے لیے کافی ہی کیونکہ فصل اول مین ہم بیان کر چکے ہین کہ مطلق مواظبت سبب سنیت ہی
خواہ مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو یا خلفاے راشدین اور مواظبت بالاذن ہو یا بنفسہ
ہو بعینہ تقریر مذکورہ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہی کہ بیس رکعت تراویح کا سنت ہونا مواظبت صحابہ سے
ثابت ہوا نہ مواظبت رسول اللہ سے مگر نظر دقیق اور فکر صائب اس بات کی شاہد ہی کہ اس تقریر سے صرف مواظبت
خلفا یا صحابہ ہی ثابت نہین ہوئی بلکہ مواظبت رسول اللہ بھی ثابت ہوتی ہی گرچہ کسیطرح کی مواظبت ہو
یہ قرینہ ہو سکتا ہی اوس حدیث کی صحت کا جو ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے ابن عباس سے مرفوعاً روایت
کی ہی جس سے بیس رکعت تراویح رسول اللہ کا پڑھنا ثابت ہی وہ حدیث یہ ہی کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یصلی فی رمضان فی غیر جماعۃ بعشرین رکعۃ والوتر مگر بیہقی نے اسکی تضعیف کی ہی کیونکہ ایک راوی اوسکا
جد ابو بکر بن ابی شیبہ نقاد حدیث کے نزدیک مجروح ہی راقم الحروف کہتا ہی کہ اس روایت کا من حیث الاسناد
مجروح ہونا مسلم مگر من حیث الدرایہ یہ روایت صحیح معلوم ہوتی ہی کیونکہ صحابہ کا اتفاق و خلفا کا ارشاد اسبات کا
مقتضی ہی کہ مضمون حدیث صحیح ہو اور اسکی دو وجہین اول کہ تتبع حالات صحابہ سے ظاہر ہی کہ صحابۂ کرام
علی الخصوص حضرت عمرؓ تو احداث بدعت مین نہایت احتیاط تھی بلا ضرورت دینی کوئی امر ایجاد نہین کرتے تھے

کرتے تھے بلکہ جو کوئی نئی بات اختیار کرتا تو اوس سے بزجر و توبیخ پیش آتے تھے اور اس امر کی
تحقیق قدوۃ المحققین مولوی بشیر الدین صاحب نے غایۃ الکلام مین کی ہے مین چند روایتین بطور
شاہد یہان نقل کرتا ہون عن ابی بکر الصدیق فی جمع المصحف قال قلت لعمر کیف تفعل شیئا لم یفعلہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال عمر ہذا واللہ خیر فلم یزل یراجعنی حتی شرح اللہ صدری لذلک ورایت فی
ذلک الذی رای عمر رواہ البخاری وہکذا عن زید بن ثابت وعن علی رض انہ خرج الی المصلی فرای قوما یصلون
فقال ما ہذہ الصلوۃ التی لم نعہدہا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخرجہ ابن محمود الموصلی فی الاختیار
واخرج ابن الساعاتی فی المجمع ان رجلا یوم العید اراد ان یصلی قبل صلوۃ العید فنہاہ علی رض فقال الرجل
یا امیر المومنین انی اعلم ان اللہ تعالی لا یعذب علی الصلوۃ فقال علی رض انی اعلم ان اللہ تعالی لا یثیب
علی فعل حتی یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او یحث علیہ فیکون صلوتک عبثا والعبث حرام فلعلہ تعالی
یعذبک لمخالفتک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واخرج الترمذی فی جامعہ عن ابن عبد اللہ بن مغفل
قال سمعنی ابی وانا فی الصلوۃ اقول بسم اللہ الرحمن الرحیم فقال لی ای بنی محدث ایاک والحدث قال ولم
ار احدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ابغض الیہ الحدث فی الاسلام یعنی منہ الحدیث
وایضا اخرج الترمذی فی جامعہ عن عمارۃ بن رویبۃ وبشر بن مروان یخطب فرفع یدیہ فی الدعاء فقال
عمارۃ قبح اللہ ہاتین الیدیتین القصیرتین لقد رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما یزید علی ان یقول
ہکذا واشار ہشیم بالسبابۃ اب مقام غور ہے کہ حضرت عمر جمع قرآن کے لیے فرمائین جو نہایت امر اہم اور ضروری
تھا اور صدیق اکبر اوس سے انکار کرین اور فرمائین کہ جو کام رسول اللہ نے نہین کیا ہم کیسے کرین اور جب
زید بن ثابت سے کہا گیا اونھون نے بھی انکار کیا اور یہی جواب دیا جیسا کہ روایات صحیحہ مین آیا ہے
پھر حضرت عمر نے بیس رکعت تراویح کا امر فرمایا باوجودیکہ یہ کوئی امر اہم اور ضروری نہ تھا مگر کسی نے نہ کہا
کہ ہم کیسے اوس کام کو کرین جسے رسول اللہ نے نہین کیا بلکہ اونکے امر کو تسلیم کیا اسیطرح حضرت علی نے
اوس نماز سے منع فرمایا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ تھی اور عذاب الہی سے ڈرایا یعنی
یہ جو تو نماز پڑھتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین پڑھی ایسا نہو کہ اللہ تعالی تجھپر عذاب کرے

کیونکہ تو وہ فعل کرتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین کیا اور یہی حضرت علی ہین کہ بیس
رکعت کا امر فرماتے ہین پھر کیونکر خیال مین آسکتا ہی کہ یہ اکابر بلا ضرورت فعل رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو ترک کرکے ایک نئی بات اختیار کرتے الحاصل اس بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ بیس رکعت کی سند
صحابۂ کرام کو پہنچی ہوگی جس سبب سے تمام صحابہ نے اوسکو قبول کیا اور اجماع سکوتی اسپر پایا گیا
کیونکہ کسی صحابہ سے انکار بیس رکعت پر منقول نہین گرچہ وہ روایت ہمکو نہ پہنچی اور جو پہنچی وہ بسبب
ضعف راوی کے کہ وہ راوی قطعًا صحابہ کے وقت مین نہ تھا مرتبۂ صحت سے گرگئی اگر یہی روایت
غیر صحیحہ قرن اول مین صحیح ہو تو کچھ بعید نہین عدم صحت اصطلاحی عدم صحت واقعی کو مستلزم نہین کما ہو
مصرح فی الاصول دوسری وجہ یہ ہی کہ تعیین رکعات بغیر سند ہرگز نہین ہوسکتی اور اسمین رائے کو دخل نہین
فتح المنان مین ایک نکتہ حلبی سے بیس رکعت مقرر ہونے کا نقل کرکے لکھا ہی ولا یذہب علیک
ان تقدیر الاعداد من غیر سنۃ من جانب الشارع لا یجوز بمثل ہذہ النکتۃ التی ذکرہ الحلبی فالظاہر انہ قد ثبت
عندہم صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما جاء فی حدیث ابن عباس فاختارہ عمر انتہی یہ مقدمہ بھی صاحب
امداد کی مسلمات مین سے ہی چنانچہ امداد السنۃ کے صفحہ ۸۴ مین لکھتے ہین کہ تعیین عدد رکعات تو ان
چیزون مین سے ہی کہ قیاس کو اوسمین مدخل نہین جسقدر شارع سے ثابت ہی زیادت و کمی اسپر روا نہین
انتہی اسوجہ سے امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت عمر نے امر تراویح مین جو کچھ فرمایا وہ اونکی ایجاد
نہین بلکہ مستند بہ سنت ہی فی رد المحتار ذکر فی الاختیار ان ابا یوسف سال ابا حنیفۃ عنہا وما فعلہ عمر
فقال التراویح سنۃ مؤکدۃ ولم یخرجہ عمر من تلقاء نفسہ ولم یکن فیہ مبتدعا ولم یامر بہ الا عن اصل لدیہ وعہد
من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہی وہکذا فی البحر الرائق وتعالیق الانوار وغیرہ الحاصل جب یہ معلوم ہوا
کہ بیس رکعت صحابہ کا پڑھنا بغیر سند کے نہ تھا اور زیادت اور کمی عدد رکعات بدون سند نہین
ہوسکتی تو ثابت ہوا کہ مضمون حدیث ابن عباس صحیح ہی فہو المقصود اور اس بیان سے یہ بھی ظاہر
ہوا کہ زیادت اور کمی رکعات کی وجہ تطویل و تخفیف قراءت نہین ہی جیسا کہ بعض لکھتے ہین گو یہ قول
بعض معتبرین کا بھی ہی مگر نظر دلیل قابل اعتبار نہین کیونکہ اس توجیہ کا مآل یہ ٹھہرتا ہی کہ زیادت

اور کمی رکعات امر اختیاری تھا جب چاہتے کم کر دیتے اور جب چاہتے زیادہ کر دیتے اور اوپر ثابت ہوا کہ
زیادت اور کمی رکعات کی بغیر سند کے نہین ہو سکتی پس وہ توجیہ جو بیہقی سے اوپر منقول ہوئی صحیح نہین
ہو سکتی البتہ یہ امر ممکن ہی کہ بسبب مشقت اور بلحاظ تکلیف مصلیون کے بعد بڑھجانے رکعات کے صحابہ نے
قرأت مین تخفیف کردی ہو یہ نہین ہو سکتا کہ تخفیف قرأت موجب ہو زیادت رکعات کا بلکہ معاملہ برعکس
معلوم ہوتا ہے اور روایت چھتیس کی حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے غیر مشہور ہی جیسا کہ فتاوے قاضیخان وغیرہ
مین لکھا ہی اور کسی روایت صحیح سے خلفاء راشدین کا چھتیس پڑھنا یا حکم کرنا ثابت نہین ہی بلکہ بعض علما کی تصریح
سے معلوم ہوتا ہی کہ چھتیس رکعت امر قدیم نہ تھا بعد واقعہ حرہ کے یہ عدد واسطے مساوات اہل مکہ
کے اہل مدینہ نے ایجاد کیا اور یہی امر لائق اعتبار ہو اس وجہ سے کہ خود مالکیہ جنکے نزدیک یہ عدد مختار
ہی اسکی تصریح کرتے ہین فی الفتح الوھبیۃ لشرح المقدمۃ العزیۃ فی فقہ المالکیہ وقیام رمضان وھو ثلاث و
عشرون رکعۃ بالشفع والوتر ہذا الذی کان علیہ الناس واصل القیام بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم احدے
عشر رکعۃ وہی صلوۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم الا انہم کانوا یطیلون القراۃ ففی الموطا انہم کانوا یستعملون
الخدم بالطعام مخافۃ الفجر ثم خففت القراۃ وزید فی الرکعات فجعلت ثلاثا وعشرین یقومون فی القیام
الاول ثم جعلت بعد وقعۃ الحرۃ بالمدینۃ تسعا وثلثین انتہی ملخصا اور ارشاد الساری شرح صحیح بخاری
مین ہی وقد قال المالکیۃ کانت ثلاثا وعشرین ثم جعلت تسعا وثلثین ای بالشفع والوتر فیہا الی ان قال
وقد حکی الولی بن العراقی ان والدہ الحافظ لما ولی امامۃ المسجد المدینۃ احیی سنتہم القدیمۃ فی ذلک مع مراعاۃ ما علیہ
الاکثر فکان یصلی التراویح اول اللیل بعشرین رکعۃ علی المعتاد ثم یقوم آخر اللیل فی المسجد بستۃ عشر رکعۃ فیختم فی
شہر رمضان ختمتین واستمر علی ذلک عمل اہل المدینۃ فہم علیہ الی الآن انتہی یہان سے ثابت ہوا کہ صدر
اول مین تراویح بیس رکعت تھین چنانچہ لفظ احیی سنتہم القدیمۃ کا اس امر پر صاف دلالت
کرتا ہی باقی رہا یہ امر کہ امام مالک نے چھتیس رکعت یا چالیس رکعت اختیار کین اوسکا جواب یہ ہی کہ مسلم نہین
کہ امام موصوف کے نزدیک چھتیس رکعت تراویح تھین بلکہ ہو سکتا ہی کہ تراویح وہی بیس رکعت ہون اور باقی رکعات
نوافل زائدہ محض واسطے اتباع اہل مدینہ کے پڑھتے ہون اور اسکو حنفیہ بھی منع نہین کرتے فاضل

حلبی نے غنیۃ المستملی مین لکھا ہی فان عادۃ اہل مکۃ ان یطوفوا بعد کل اربع اسبوعا ویصلون رکعتی الطواف
وعلاوۃ اہل المدینۃ ان یصلوا اربع رکعات وفیہ ایضا وما احتج من عمل اہل المدینۃ لیس بحجۃ لانہم یصلون
فرادی بین کل ترویحتین اربع رکعات فی مقابلۃ طواف اہل مکۃ اسبوعا بین کل ترویحتین و ذلک غیر متنازع علی
ما مر والکلام انما ہو المشروع سنۃ بالجماعۃ لا فیما عداہ واللہ اعلم انتہی ما ثبت بالسنۃ مین ہی وقال ما
یروی عن الشافعی ایضا انہا ستۃ وثلثون مع الوتر فہو عمل اہل المدینۃ خاصۃ وقالوا سبب ذلک ان
اہل المکۃ یطوفون بالبیت اسبوعا ویصلون رکعتی الطواف بین کل ترویحتین واہل المدینۃ لما بعد عن اوسے
ہذہ الفضیلۃ صلوا بین ذلک اربع رکعات وسموہا الستۃ عشریۃ واستمر عادتہم علے ذلک الے
الان انتہی اور بعض نے جو خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے وقت مین بعض سلف کا گیارہ رکعت پڑھنا نقل
کیا ہی سو وہ روایت ضعیف اور مخالف روایت صحیح کے ہی ضعف اوسکا شیخ دہلوی کی تحریر سے معلوم
ہوتا ہی چنانچہ ما ثبت بالسنۃ مین لکھتے ہین وروی انہ کان بعض السلف فی عہد عمر بن عبد العزیز یصلون احدی
عشرۃ رکعۃ انتہی شیخ کا اس روایت کو بصیغہ تمریض بیان کرنا اور اوسکے بعد یہ کہنا والذی استقر علیہ
الامر واشتہر من الصحابۃ والتابعین ومن بعدہم ہو العشرون انتہی صاف دلالت کرتا ہی کہ یہ روایت
ضعیف ہی اور امر قابل اعتبار یہی ہی کہ صحابہ اور تابعین کے وقت مین بیس رکعت پڑھی گئین اور
بالفرض اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو ہمارے مدعا کے کچھ مضر نہین ہی ہم بیس رکعت کا سنت ہونا
فعل صحابہ سے بلکہ قول وفعل رسول اللہ سے ثابت کر آئے ہین اور یہی حال اوس روایت کا
سمجھنا چاہیے جو ابن ابی شیبہ نے داؤد ابن قیس سے روایت کی ہی کہ عمر بن عبد العزیز کے
وقت مین چھتیس رکعت پڑھی جاتی تھین اور ایسا ہی محمد بن نصر نے قیام اللیل مین روایت کی ہی
چنانچہ اس روایت کو صاحب امداد السنۃ نے صفحہ ۹ مین نقل کیا ہی الحاصل جب بیس
رکعت کا سنت ہونا ثابت ہوگیا تو جن بزرگان دین سے زیادت اور کمی اس عدد سے
ہوئی ہی اوسمین حتی الوسع تاویل مناسب کیجاے چونکہ تراویح کا سنت مؤکدہ ہونا محقق اور مدلل ہی اسلیے
جمہور فقہا اسکی تصریح کرتے ہین اور بعض نے اسکے سنت ہونے پر اجماع نقل کیا ہی

اور جنھون نے لفظ مؤکدہ کی اس مقام پر تصریح نہین کی ہو اونکی غرض بھی یہی ہو اور یہ امر اون کے کلام متقدم اور متاخر دیکھنے سے اظہر من الشمس ہوتا ہو مگر بنظر تحقیق اور انصاف دیکھا جاے اور قطع نظر قراین عبارت کے بڑا قرینہ یہ ہو کہ تراویح کا سنت مؤکدہ ہونا صحیح ہو اور یہی قول محقق ہو پس جب تک کوئی مانع قوی نہو اون بعض کے کلام کو اسی پر حمل کرنا چاہیے چہ جاے اسکے کہ کوئی قرینہ مانعہ نہو اور کلام سابق و لاحق اس معنی کے معاون اور شاہد ہو اب یہان دو نقشہ لکھے جاتے ہین ایک مین اون چند کتابون سے عبارت منقول ہو جنمین تراویح کا سنت مؤکدہ ہونا مصرح ہو یعنی سنت کے ساتھ لفظ مؤکدہ کی قید زائد کر دی ہو اور دوسرے مین وہ عبارتین جنمین سنت ہونے پر اجماع منقول ہو ❊

اس نقشہ مین وہ روایتین مسطور ہین جنمین سنت مؤکدہ ہونا تراویح کا مصرح ہی

نمبر	نام کتاب	عبارت
۱	در مختار	التراویح سنة مؤکدة ❊
۲	تحفة الملوک	التراویح وهی سنة مؤکدة ❊
۳	منحة السلوک	والاصح انها سنة مؤکدة ❊
۴	منح الغفار	التراویح سنة للرجال والنساء وهی سنة مؤکدة ❊
۵	جامع الرموز	وسن التراویح علی الصحیح للرجال والنساء سنة مؤکدة ❊
۶	غنیة المستملی	ومن السنن المؤکدة التراویح ثم قال وهی سنة مؤکدة ❊
۷	ملتقی الابحر	التراویح سنة مؤکدة فی کل لیلة من رمضان بعد العشاء قبل الوتر وبعده بجماعة عشرون رکعة
۸	سراج الوهاج	والاصح انها سنة مؤکدة ❊
۹	مراقی الفلاح	التراویح سنة وهی مؤکدة ❊
۱۰	ما ثبت بالسنة	وهی سنة مؤکدة للرجال والنساء ❊
۱۱	خزانة المفتین	التراویح سنة مؤکدة ❊

نمبر	نام کتاب	عبارت
۱۲	فتاوی قاضیخان	التراويح سنة مؤكدة ؛
۱۳	خزانة الفتاوی	التراويح سنة هو الصحيح من المذهب الى ان قال في الفتاوى سنة مؤكدة ؛
۱۴	جوامع الفقه	التراويح سنة مؤكدة ؛
۱۵	فتاوی الحجة	التراويح سنة مؤكدة ؛
۱۶	احیاء العلوم	التراويح وهي عشرون ركعة وكيفيتها مشهورة وهي سنة مؤكدة ؛
۱۷	صلوۃ مسعودی	نماز تراویح سنت مؤکدہ ست ؛
۱۸	مسوی شرح مؤطا	هو سنة مؤكدة عند اهل العلم ؛
۱۹	شرح وقایہ فارسی	بدانکہ تراویح سنت مؤکدہ ست ؛
۲۰	البحر الرائق	التراويح سنة مؤكدة ؛
۲۱	غرائب الانوار	ایضاً ؛
۲۲	رد المحتار	ایضاً ؛
۲۳	جوہرہ نیرہ	والاصح ان التراويح سنة مؤكدة ؛
۲۴	خزانة الروايات	في الخانية التراويح سنة مؤكدة ؛
۲۵	فصیحیہ	التراويح سنة مؤكدة [illegible] ؛
۲۶	مصفی شرح مؤطا	این نماز سنت مؤکدہ است [illegible] ؛

اس نقشہ میں وہ عبارتیں مسطور ہیں جنمیں تراویح کے سنت ہونے [illegible]

نمبر	نام کتاب	عبارت
۱	غرائب الانوار	وحكى غير واحد الاجماع على سنيتها ؛
۲	النهر الفائق	وانت خبير بان ما في العناية اولى لان في حكى غير واحد الاجماع على سنيتها [illegible]
۳	البحر الرائق	وفي شرح منية المصلي وحكى غير واحد الاجماع على سنيتها ؛
۴	رد المحتار	وفي شرح منية المصلي وحكى غير واحد الاجماع على سنيتها ؛

اور اگر کوئی ناحق کوش کتمان حق چاہے اور یہ کہے کہ یہان سنیت سے مراد استحباب ہی تو پھر اسکی گنجایش نہین عبارت سابقہ ان کتابون کی صراحۃً دلالت کرتی ہی کہ سنیت سے مراد سنت مؤکدہ ہونا ہی عبارت سابقہ تعالیق الانوار اسطرح ہی التراویح سنۃ صحح صاحب الہدایۃ وفی الخلاصۃ اختلف فی کونہا سنۃ وانقطع الاختلاف بروایۃ الحسن عن ابی حنیفۃ انہا سنۃ وذکر ان ابا یوسف سأل ابا حنیفۃ عنہا وما فعلہ عمر فقال التراویح سنۃ مؤکدۃ ولم یخرجہ عمر من تلقاء نفسہ ولم یکن مبتدعا ولم یامر بہ الا عن اصل لدیہ وعہد من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحکی غیر واحد الاجماع علی سنیتہا انتہی دیکھیے سنت تراویح مین اختلاف نقل کرکے یہ کہنا کہ بسبب روایت حسن کے یہ اختلاف اوٹھگیا اور پھر شیخین کا سوال وجواب نقل کرکے جسمین سنت مؤکدہ ہونے کی تصریح ہی یہ لکھنا کہ بہتون نے تراویح کے سنت ہونے پر اجماع نقل کیا ہی نہایت واضح دلیل ہی اس امر کی کہ سنت مؤکدہ ہونے پر اجماع مراد ہی اور نہر الفائق کی عبارت دو وجہ سے میرے کلام کے مصدق ہی اول یہ کہ دلیل اجماع مواظبت خلفا بیان کی ہی اور مواظبت خلفا صاحب نہر کے نزدیک موجب سنیت ہی چنانچہ فصل اول مین مذکور ہوا دوسرے یہ کہ قول صاحب عنایہ کی اولویت کی دلیل مین حکایت اجماع علی السنۃ نقل کی اگر سنت سے مراد مستحب کیا جاے تو یہ دلیل صحیح نہ ہوگی کما لا یخفی علی من تامل فی کلامہ وعبارتہ ہکذا وسن فی رمضان عشرون رکعۃ عدل عن قول القدوری ویستحب ان تجتمع الناس فی رمضان فیصلی بہم امامہم خمس ترویحات کل ترویحۃ بتسلیمتین لما ان الاصح انہا سنۃ رواہ الحسن عن الامام کذا فی الہدایۃ قال فی العنایۃ وتبعہ فی البحر وفیہ نظر اذ المحکوم علیہ بالاستحباب انما ہو الاجتماع ولیس فی کلامہ دلالۃ علی ان التراویح مستحبۃ والی ہذا ذہب بعضہم فقال التراویح سنۃ والاجتماع مستحب واجاب فی الحواشی السعدیۃ بانہ لما سکت عن بیان صفۃ التراویح استقلالا وذکر لفظ الاستحباب فالظاہر استحبابہ علی مجموع الصلوۃ والاجتماع والتسلیم بین کل ترویحتین وانت خبیر بان ما فی العنایۃ اولی لانہ قد حکی غیر واحد الاجماع علی سنیتہا انتہی اور بحر الرائق مین اختیار سے سوال ابی یوسف کا امام اعظم رحمہ سے

اور امام صاحب کا سنت موکدہ کہنا نقل کرکے لکھا ہی ولانیافیہ قول القدوری انہا مستحبۃ کما فہمہ
فی الہدایۃ عنہ لانہ انما قال المستحب ان یجتمع الناس وہو یدل علی ان الاجتماع مستحب ولیس فیہ دلالۃ علی
ان التراویح سنتہ مستحبہ کذا فی العنایۃ وفی شرح منیۃ المصلی وحکی غیر واحد الاجماع علی سنیتہا الخ انتہی اس کلام
مین اول حکایت سنیت نقل کرنا اور قدوری کے قول کا محمل استحباب جماعت نکالنا نفس
تراویح باواز بلند کہہ رہا ہی کہ اجماع علی السنیۃ سے مراد یہی ہی کہ سنت موکدہ ہونے پر اجماع ہی زیادہ
توضیح موجب تطویل ہی اہل خبرت بنظر انصاف خود تامل فرمائین اور رد المحتار مین بھی ایسا ہی ہی
نقل عبارت کی حاجت نہین اور نووی اور کرمانی اور ابو الطیب نے جو استحباب پر اجماع نقل کیا ہی
اون کے کلام کا بھی محمل اجماع علی السنیۃ ہونا چاہیے ورنہ یہ قول لغو اور خلاف واقع ٹھہرےگا
کیونکہ ابھی معلوم ہوا کہ تراویح کے سنت موکدہ ہونے پر اجماع ہی اور کتب حنفیہ مین سنت
موکدہ ہونا مذکور ہی پھر اجماع استحباب کے کیا معنی علاوہ اسکے نووی اور کرمانی شافعی
ہین اور جمہور شافعیہ کے نزدیک سنت اور مستحب دونون مترادف ہین تو انکا استحباب پر
اجماع نقل کرنا ہمارے دعوے کے مخالف نہین ہو سکتا اور امام نووی کے کلام سے
تو بخوبی ظاہر ہی کہ اونکی مراد استحباب سے وہ مرتبہ ہی جسے حنفیہ سنت موکدہ کہتے ہین اگرچہ اونکی
اصطلاح مین اوسکا نام سنت موکدہ نہو کیونکہ اسی تراویح کو لکھتے ہین لانہ من الشعائر الظاہرۃ فاشبہ
صلوۃ العید اور اسکے بعد لکھا ہی واجمعت الامۃ علی ان قیام رمضان لیس بواجب بل ہو مندوب
انتہی پس نووی کا تراویح کو شعائر اسلام مین سے قرار دینا اور مشابہ نماز عید کے کہنا اور مقابلہ واجب
کا ڈالنا نہایت ظاہر قرینے اس بات کے ہین کہ استحباب سے مراد وہی مرتبہ ہی جسے حنفیہ کی اصطلاح
مین سنت موکدہ کہتے ہین علاوہ اسکے شرح مسلم کے اور مقامات بھی اسکے شاہد ہین کہ امام موصوف نے
استحباب کا اطلاق سنت موکدہ پر کیا ہی چنانچہ شرح مسلم مین سنت فجر کے عنوان مین لکھا ہی باب استحباب
رکعتی الفجر مقام غور ہی کہ سنت فجر کہ باتفاق حنفیہ اور شافعیہ آکد سنن ہی اوسکو امام موصوف نے
مستحب کہا پھر اگر تراویح کو مستحب لکھا کہ سنت فجر سے تاکد مین کم ہی تو کیا بعید ہی اور باب فضل السنن الراتبۃ

مین لکھا ہی قال اصحابنا وجمہور العلماء بہذہ الاحادیث کلہا واستحبوا جمیع ہذہ النوافل ور نماز چاشت
کے بیان مین لکھا ہی باب استحباب صلوۃ الضحے اور اوسکے بعد ہی وحاصلہا ان الضحے سنۃ متاکدۃ
اور باب الاعتکاف مین ہی وقد اجمع المسلمون علی استحبابہ وانہ لیس بواجب وعلی انہ متاکد فی العشر الآخر
من رمضان انتہی اور اگر کسیکو یہ شبہہ ہو کہ مولانا ابو الطیب نے باوجود حنفی ہونیکے شرح جامع ترمذی مین تراویح
کے مندوب ہونے پر اجماع نقل کیا ہی پھر اس قول مین اور اجماع علی السنیۃ مین کیونکر توافق ہو سکتا ہی
تو اوسکا جواب یہ ہی کہ ندب سے مراد مولانا کی سنیت معلوم ہوتی ہی ورنہ کلام خلاف واقع ہو گا جیسا کہ ابھی بیان
کیا گیا اور لطف یہ کہ اونکے کلام مین اسکا قرینہ بھی پایا جاتا ہی کیونکہ بمقابلہ واجب کے مندوب کہا ہی چنانچہ عبارت اونکی
یہ ہی اجمعت الامۃ علی ان قیام رمضان لیس بواجب بل ہو مندوب انتہی اگر مندوب سے مراد مندوب عرفی ہوتا
تو بمقابلہ سنت کا اختیار کرتے اور یون کہتے علی ان قیام رمضان لیس بسنۃ بل ہو مندوب کما لا یخفی علی
ذوی البصائر اور اگر یہ توجیہ نکی جایگی تو سیکڑون علماے امت جامعین ملت محمدیہ امت سے خارج ہو جاینگے
اور مولانا ابو الطیب کا سنت پر مندوب کا اطلاق کرنا کچھ خرق اصطلاح اور مخالف حنفیہ نہین ہی کیونکہ اطلاق
مندوب و مستحب کا مطلق سنت پر اور سنت موکدہ پر حنفیہ کے نزدیک آتا ہی چنانچہ طحطاوی مین ہی الندب بمعنی
الاعم للسنۃ والمستحب انتہی اور طحطاوی کے کتاب النکاح مین ہی وکثیرا ما یتساہل فی اطلاق المستحب علی السنۃ
انتہی اور رد المحتار حاشیہ در مختار مین ہی وحاصلہ تجویز اطلاق اسم المستحب علی السنۃ وعکسہ بہذا اطلق اسم المستحب
علی الغسل ثم قیل فیہ الغسل انتہی اور کتاب النکاح مین ہی قولہ سنۃ موکدۃ وہو محمل القول بالاستحباب وکثیرا ما یتساہل
فی اطلاق اسم المستحب علی السنۃ انتہی اور اگر کوئی شخص کہے کہ جس طرح استحباب پر اجماع غلط ہی ویسا ہی سنیت
اتفاقی باطل ہی کیونکہ بعض استحباب کے بھی قائل ہین چنانچہ ما ثبت بالسنۃ وغیرہ مین مسطور ہی تو اوسکا جواب یہ ہی
کہ قبل شہرت ولید اسد بن عمر اور حسن بن زیاد کے بعض استحباب کی طرف گئی تھی مگر بعد انکی روایت کے یہ اختلاف
منقطع ہو گیا چنانچہ کتب فقہ مین مسطور ہی بحر الرائق مین ہی وذکر فی الخلاصۃ ان المشایخ اختلفوا فی کونہا سنۃ وانقطع
الاختلاف بروایۃ الحسن انہا سنۃ انتہی اور تعالیق الانوار مین بھی ایسا ہی ہی اور عبارت اوسکی اوپر گذری
اور ما ثبت بالسنۃ مین ہی اعلم انہ قد اختلف العلماء فی التراویح تسمی سنۃ فقال بعضہم لا ہی من النوافل وتسمی تحیۃ

وقال بعضهم سنة وهو الاصح وهي سنة مؤكدة للرجال والنساء توارثها الخلف عن السلف وانقطع الخلاف

بروایة الحسن عن ابی حنیفة رح انها سنة لا یجوز ترکها انتهی اور ایسا ہی طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح مین لکھا ہے حاصل
کلام یہ ہے کہ تراویح کا سنت مؤکدہ ہونا بدلائل متعددہ ثابت ہے کوئی اہل علم منصف فراخ نفس تراویح کی سنت مؤکدہ
ہونے سے انکار نہین کر سکتا کیونکہ قطع نظر مواظبت صحابہ کرام کے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت
حکمی تراویح پر پائی جاتی ہے یعنی اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی روز پڑھکر ترک کر دی اور پھر جماعت
نہین پڑھی مگر یہ ترک کرنا بسبب عذر کے تھا اور ہم فصل اول مین ثابت کر آئے ہین کہ ایسا ترک کرنا مواظبت
مین داخل ہے باقی رہا بیس رکعت کا سنت مؤکدہ ہونا فعل صحابہ اور ام خلفاء سے تو ثابت ہی ہے اسمین
تو کسیکو کلام نہین اور اگر انصاف و غور کیا جائے تو اسکا ثبوت درایۃً خود رسول اللہ صلعم سے ہے اگرچہ روایۃً ثبوت مین
گفتگو ہو صحابہ کا بلا انکار اس عدد کو قبول کر لینا اور اسپر ہمیشگی کرنا نہایت قوی دلیل ہے اثبات کی کہ حضرت سے
بیس رکعت کا ثبوت قولی یا فعلی ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا پس جب بیس رکعت کا ثبوت بطور درایت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا اور صحابہ کرام کی مواظبت اس عدد پر پائی گئی تو بلا شک اس عدد کا سنت مؤکدہ
ہونا ثابت ہوا اب اگر کوئی شخص بیس رکعت تراویح نہ پڑھے یا اوسکے سنت ہونیکا اعتقاد نرکھے وہ بلا شبہ
بدعتی اور گنہگار ہے اہل اسلام کو نہایت احتیاط چاہیے جہانتک ہو سکے اسکے جاری اور قائم رکھنے
مین سعی کرتے رہین یہ فعل شعائر اسلام مین سے ہے جیسے عید کی نماز یا اذان ایسے امور کے ترک مین قتال کا
حکم ہے یہ وہ سنت ہے کہ مشرق سے لیکر مغرب تک تمام اہل سنت کا معمول اور مختار رہا ہے اور سلف سے خلف تک تمام
اکابر دین اسکو مانتے چلے آئے ہین ایسے فعل کو ترک کرنا اور مخالف عمل مین لانا غیر سبیل مومنین کے اتباع کرنا ہے
ومن یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا اب مین اس رسالہ کو ختم کرتا ہون اور ناظرین
باتمکین کی خدمت مین عرض رسا ہون کہ اس رسالہ کو بنظر انصاف ملاحظہ فرمائین اگر از راہ بشریت کہین سہو و نسیان
پائین اصلاح دین یا بمقتضائے کرم چشم پوشی کرین اور کد مین مبادرت نکرین چنانچہ اشتہار حال مجھکو نفع اللہ شہید مجھے اس رسالہ کی
تحریر سے کسیکا رد یا جواب ملحوظ بالذات نہین ہے بلکہ محض اظہار حق ہے اور سنت مؤکدہ کا جاری اور قائم رکھنا منظور ہے واللہ الموفق
والمعین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین فقط